ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

جولائی ۱۹۹۳ء

چار ہزار سے زائد بوسنین مہاجرین کے ساتھ ایک خصوصی نشست سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطاب

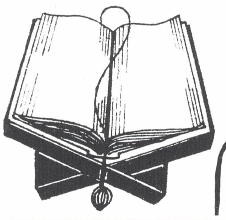

القرآن الحکیم

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○ وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ○

(حٰمٓ السجدہ: آیت ۳۴ تا ۳۶)

اور اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوگی جو کہ اللہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اور اپنے ایمان کے مطابق عمل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتی۔ اور تو برائی کا جواب نہایت نیک سلوک سے دے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص کہ اس کے اور تیرے درمیان عداوت پائی جاتی ہے، وہ تیرے حسن سلوک کو دیکھ کر ایک گرمجوش دوست بن جائے گا۔ اور (باوجود ظلموں کے سہنے کے) اس قسم کے سلوک کی توفیق صرف انہی کو ملتی ہے جو بڑے صبر کرنے والے ہیں اور یا پھر ان کو ملتی ہے جن کو (خدا کی طرف سے نیکی کا) ایک بہت بڑا حصہ ملا ہو۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: لَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا تَقَاطَعُوْا، وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا، وَلَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثٍ۔"

(بخاری کتاب الادب باب ماینھی عن التحاسد... الخ صفحہ ۸۹۶/۲، مسلم صفحہ ۳۱۷/۲-۲)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، بے رخی اور بے تعلقی اختیار نہ کرو، باہمی تعلقات نہ توڑو بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے اور اس سے قطع تعلق رکھے۔

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا النَّجَاۃُ؟ قَالَ: "اَمْسِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ وَلْیَسَعْکَ بَیْتُکَ، وَابْکِ عَلٰی خَطِیْئَتِکَ۔"

(ترمذی ابواب الزھد باب حفظ اللسان صفحہ ۶۳/۲)

حضرت عقبہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ نجات کیسے ہو؟ آپؐ نے فرمایا: اپنی زبان روک کر رکھو۔ تیرا گھر تیرے لئے کافی ہو یعنی حرص سے بچو۔ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو نادم ہو کر اور اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر معافی طلب کرو۔

خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے قول اور فعل کو بناؤ۔ (فرمان حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

جماعت احمدیہ جرمنی کا ترجمان

اخبار احمدیہ

محرم ۱۴۱۴ھ ، وفاء ۱۳۷۲ھش ، جولائی ۱۹۹۳ء

جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۷

فہرست مضامین

اداریہ ۲

ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۳

خلفائے سلسلہ کے زریں ارشادات ۴

خطبہ جمعہ ۷

سیرتِ احمد ۱۵

تربیت اولاد ۱۹

مقالۂ خصوصی ۲۳

آسمانِ احمدیت کے درخشندہ ستارے ۲۷

بچوں کا صفحہ ۳۲

مجلس ادارت

صدر مجلس	عبداللہ واگس ہاؤزر امیر جماعت احمدیہ جرمنی
نگران	عطاء اللہ کلیم
ایڈیٹر	شمس الحق
نائبین	ڈاکٹر وسیم احمد طاہر محمد مسیح الدین شاہد
خطاطی	سعید اللہ خان نصر اللہ ناصر
پبلشر	فلاح الدین خان
مینیجر	محمد ارشد
نائب مینیجر	مظفر احمد چٹھہ

سالانہ چندہ بمعہ ڈاک خرچ

یورپ ــــ ۲۴ مارک امریکہ و کینیڈا ــــ ۲۰ ڈالر

آسٹریلیا، جاپان ــــ ۲۵ ڈالر انڈیا، پاکستان ــــ ۴۰۰ روپے

دفتر رابطہ Hanauerland Str. 50, 60599 Frankfurt — Germany

قیمت : ایک مارک

اداریہ

انسانی حقوق کی حفاظت کا بہترین ذریعہ

خدا پر حقیقی ایمان

گذشتہ دنوں آسٹریا کے دارالحکومت وی آنا میں انسانی حقوق کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ فرینکفرٹ کے ایک کثیر الاشاعت اخبار فرانکفرٹر رُنڈشاؤ میں ۱۷ رجون کو اس بارہ میں ایک خبر شائع ہوئی ہے جس کے مطابق اس کانفرنس کے شرکاء نے اس کانفرنس کی ناکامی کے خدشات کا اظہار کیا ہے کیونکہ انسانی حقوق کی حفاظت جیسے اعلیٰ مقصد کے لئے جو اقدامات اور تجاویز معین صورت میں تمام ممالک کے نمائندوں کی آراء اور تبادلۂ خیالات کے نتیجے میں سامنے آنی چاہیئے تھیں وہ باہمی اختلافات کی نذر ہو گئیں اور ایک دوسرے پر تنقید کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ جرمنی کی طرف سے مسٹر شارن برو اور مسٹر بنڈگ جو CDU اور SPD جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ بطور نمائندہ اس کانفرنس میں شریک ہوئے تھے۔ انہوں نے نہایت مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وی آنا میں ایک بین الاقوامی عدالت جو انسانی حقوق کا تحفظ کرے کبھی قائم نہیں ہو سکتی۔ اُن کے خیال کے مطابق انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے کوئی ٹھوس تجاویز اور کام نہیں کیا گیا بلکہ محض ڈپلومیسی کا ایک مہذب مظاہرہ کیا گیا ہے اور اصل موضوع یعنی انسانی حقوق کی پامالی کو کس طرح روکا جائے اس موضوع کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔

دراصل ایسی کانفرنسیں ماضی میں بھی ناکام ہوتی رہی ہیں اور اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کے تحفظ کا ادارہ جس نے اس کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا اور دُنیا کے تمام ممالک کے نمائندگان کو شرکت کی دعوت دی وہ مختلف ممالک میں جہاں انسانی حقوق کی پامال کیا جا رہا ہے ان ممالک کے نمائندوں کو ظلم سے باز رکھنے اور ان کو قصوروار ٹھہرانے میں ناکام رہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنہیں خدا تعالیٰ نے رحمت اللعلمین بنا کر بھیجا آپ کا اپنا عملی نمونہ آپ کے زریں اقوال اور سب سے بڑھ کر جس کامل اور عظیم الشان شریعت کو لے کر آئے ہیں ہی دراصل انسانی دکھوں کا علاج ہے۔ انسانی حقوق کی حفاظت کے لئے سب سے اوّل شرط یہ ہے کہ ایک قادر مطلق خدا پر ایمان لایا جائے اور اس کے مواخذہ کا ڈر ہو نیز نوعِ انسانی کی سچی اور حقیقی ہمدردی دل میں ہو۔ اگر انسانوں کے دل سے خدا پر حقیقی ایمان اٹھ جائے اور انسان ہر طرح کے مواخذہ سے آزاد ہو جائے تو پھر انسانی حقوق کی پامالی سے کون کسی کا ہاتھ روک سکتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں باہم ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ اگر دنیا کی تمام اقوام اس سنہری اصول کو اپنا لیں اور اس بات پر ایکا کر لیں کہ ہم سب مل کر ہر اس ملک پر دباؤ ڈالینگے جہاں انسانی حقوق کو پامال کیا جا رہا ہے تاکہ وہ ظلم سے اپنے ہاتھ روکے اور اگر وہ باز نہ آئے تو پھر طاقت استعمال کر کے انسانی حقوق کی حفاظت کی جائے۔ لیکن دُنیا کے تمام ممالک کی ایک جہتی صرف اس صورت میں ممکن ہے جب کہ وہ اپنے تمام سیاسی اور اقتصادی مفادات سے بالا تر ہو جائے۔ جب تک مختلف حکومتیں اپنے سیاسی اور اقتصادی مفادات کے پیش نظر ظالم کا ساتھ دیتی رہیں گی یا ظلم دیکھ کر خاموش تماشائی بن جائیں گی اس وقت تک دنیا میں کبھی بھی انسانی حقوق کی حفاظت نہیں کیجا سکتی

آج نوعِ انسانی کی نجات جماعت احمدیہ سے وابستہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا واحد مقصد ہی یہ تھا کہ اس مادہ پرستی کے تاریک زمانہ میں انسانوں کو ایک زندہ اور قیوم خدا سے متعارف کروا دیا جائے۔ اور نوعِ انسانی کی سچی ہمدردی دلوں میں پیدا کی جائے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف کے بڑے حُکم دوؔ ہی ہیں۔ ایک توحید و محبت و اطاعتِ باری عزاسمہٗ۔ دوسری ہمدردی اپنے بھائیوں اور بنی نوع کی"

(روحانی خزائن جلد ۳ ازالۂ اوہام صـ ۵۵۰)

"ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع انسان کی ہمدردی کرو۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۲ سراج منیر صـ ۲۸)

"مَیں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ مَیں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بد اخلاقی سے بیزاری میرا اصول"

(روحانی خزائن جلد ۱۷ اربعین ۱ صـ ۳۴۴)

آج جماعت احمدیہ کے افراد باوجود اپنی کم عددی و کم مائگی کے بیمثال قربانیاں پیش کر رہی ہے احمدی مرد و خواتین اپنے محدود ذرائع کے باوجود ہر ممکن طریق سے نوعِ انسانی کی خدمت کے لئے آمادہ ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ بوسنیا کے مسلمانوں کے لئے جماعت نے جس عظیم الشان رنگ میں قربانی دی ہے اور دے رہی ہے۔ انسانی حقوق کا تحفظ بھی صرف اسی جماعت کے ذریعہ ہو سکتا ہے جو انسانوں کے لیے ایک حساس دل رکھتی ہو۔

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام

ایسے بنو کہ تمہارا صدق اور وفا اور سوز و گداز آسمان پر پہنچ جاوے

خدا تعالیٰ ایسے شخص کی حفاظت کرتا اور اُس کو برکت دیتا ہے جس کو دیکھتا ہے کہ اس کا سینہ صدق اور محبّت سے بھرا ہوا ہے

◎ــــ "پانچوں نمازیں عمدہ طرح سے پڑھا کرو۔ روزہ صدق سے رکھو۔ اور اگر صاحبِ توفیق ہو تو زکوٰۃ، حج وغیرہ اعمال میں بھی کمربستہ رہو اور ہر قسم کے گناہ سے اور شرک اور بدعت سے بیزار رہو۔ اصل میں گناہ کی شناخت کے اصول دو ہی ہیں ● ــــ اوّل حق اللہ کی بجا آوری میں کمی یا کوتاہی ● ــــ دوم حق العباد کا خیال نہ کرنا۔ اصل اصولِ عبادت بھی یہی ہیں کہ ان دونوں حقوں کی محافظت کماحقّہٗ کی جاوے۔ اور گناہ بھی انہیں میں کوتاہی کرنے کا نام ہے اپنے عہد پر قائم رہو اور جو الفاظ اس وقت تم نے میرے ہاتھ پر بطور اقرار زبان سے نکالے ہیں ان پر مرتے دم تک قائم رہو۔ انسان بعض اوقات دھوکہ کھاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں نے اپنے لئے توبہ کا درخت بو لیا ہے اب اُس کے پھل کی اُمید رکھتا ہے۔ یا ایمان میں نے حاصل کر لیا ہے۔ اس کے اب نتائج مترتّب ہونے کا منتظر ہوتا ہے۔ مگر اصل میں وہ خدا کے نزدیک نہ تائب اور نہ سچّا مومن کچھ بھی نہیں ہوتا کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی اور منظوری کی حد تک نہ پہنچی ہوئی ہو وہ چیز اس کی نظر میں ردّی اور حقیر ہوتی ہے اس کی کوئی قدر و قیمت خدا تعالیٰ کے نزدیک نہیں ہوتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان جب کسی چیز کے خریدنے کا ارادہ کرتا ہے جب تک کوئی چیز اس کی پسندیدگی میں نہ آوے تب تک وہ اس کی نظر میں ایک ردّی محض اور بے قیمت ہوتی ہے۔ تو جب انسان کا یہ حال ہے تو خدا تو قدّوس اور پاک اور بے لوث ہستی ہے وہ ایسی ردّی چیز کو اپنی جناب میں کب منظور کرنے لگا؟

..... یہ بیعت اور توبہ اُس وقت فائدہ دیتی ہے جب انسان صدقِ دل اور اخلاصِ نیّت سے اس پر قائم اور کاربند بھی ہو جاوے۔ خدا تعالیٰ خشک لفّاظی سے جو حلق کے نیچے نہیں جاتی ہرگز ہرگز خوش نہیں ہوتا۔ ایسے بنو کہ تمہارا صدق اور وفا اور سوز و گداز آسمان پر پہنچ جاوے۔ خدا تعالیٰ ایسے شخص کی حفاظت کرتا اور اُس کو برکت دیتا ہے جس کو دیکھتا ہے کہ اس کا سینہ صدق اور محبت سے بھرا ہوا ہے۔ وہ دلوں پر نظر ڈالتا اور جھانکتا ہے نہ کہ ظاہری قیل و قال پر۔ جس کا دل ہر قسم کے گند اور ناپاکی سے معرّا اور مبرّا ہوتا ہے۔ اُس میں اُترتا ہے۔ اور اپنا گھر بناتا ہے۔ مگر جس دل میں کوئی کسی قسم کا بھی رخنہ یا ناپاکی ہے اُس کو لعنتی بناتا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۲۱ تا ۲۲۲)

◎ــــ "تم توبہ کی بیعت کر کے پھر گناہ پر قائم نہ رہو۔ اور سانپ کی طرح مت بنو جو کھال اتار کر پھر بھی سانپ ہی رہتا ہے۔ موت کو یاد رکھو کہ وہ تمہارے نزدیک آتی جاتی ہے اور تم اُس سے بے خبر ہو۔ کوشش کرو کہ پاک ہو جاؤ کہ انسان پاک کو تب پاتا ہے کہ خود پاک ہو جاوے۔

مگر تم اس نعمت کو کیونکر پا سکو؟ اس کا جواب خود خدا نے دیا ہے۔ جہاں قرآن میں فرماتا ہے وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ یعنی نماز اور صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو۔ نماز کیا چیز ہے؟ وہ دعا ہے جو تسبیح، تحمید، تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرّع سے مانگی جاتی ہے۔ نماز آنے والی بلاؤں کا علاج ہے۔ تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کی قضاء و قدر تمہارے لئے لائے گا؟ پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرّع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے۔"

(کشتی نوح)

◎ــــ "اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اُسے دیکھے گا۔ اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے؟ پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود کیوں ہوتے؟ خدا ایک پیارا خزانہ ہے۔ اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ وہ بکلّی اسباب پر گر گئی ہیں۔"

(کشتی نوح)

خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اہم اور زرّیں ارشادات

ہمیشہ اللہ سے اس کی حفاظت طلب کرتے رہو

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہ کی تسبیح کرو۔ اس کی ستائش اور حمد کرو اور اس سے حفاظت طلب کرو۔ استغفار یا حفاظت الٰہی طلب کرنا ایک عظیم الشان سِرّ ہے۔ انسان کی عقل تمام ذرات عالم کی محیط نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ موجودہ ضروریات کو سمجھ بھی لے تو آئندہ کے لئے کوئی فتویٰ نہیں دے سکتی۔ اس وقت ہم کپڑے پہنے کھڑے ہیں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ ہی حفاظت اور فضل کے نیچے نہ ہوں اور محرقہ ہو جائے تو یہ کپڑے جو اس وقت آرام دہ اور خوش آئند معلوم ہوتے ہیں۔ ناگوار ہو کر موذی اور مخالف طبع ہو جاویں اور وبال جان سمجھ کر ان کو اتار دیا جاوے۔ پس انسان کے علم کی تو یہ حد اور غائت ہے۔ ایک وقت ایک چیز کو ضروری سمجھتا ہے اور دوسرے وقت اسے غیر ضروری قرار دیتا ہے اگر اسے یہ علم ہو کہ سال کے بعد اسے کیا ضرورت ہوگی مرنے کے بعد کیا ضرورتیں پیش آئیں گی؟ تو البتہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بہت کچھ انتظام کرے۔ لیکن جبکہ قدم قدم پر اپنی لاعلمی کے باعث ٹھوکریں کھاتا ہے پھر حفاظت الٰہی کی ضرورت نہ سمجھنا کیسی نادانی اور حماقت ہے صرف علم ہی تک بات محدود نہیں رہتی۔

دوسرا مرحلہ تصرفات عالم کا ہے۔ وہ اس کو سلق نہیں۔ ایک ذرہ پر اسے کوئی تصرف و اختیار نہیں غرض ایک بے علمی اور بے بسی تو ساتھ ہی ہے پھر بدعملیاں ظلمت کا موجب ہو جاتی ہیں انسان جب اوّلاً گناہ کرتا ہے تو ابتدا میں دلیر نہیں ہوتا ہے پھر وہ امر بڑھ جاتا ہے اور.... اس کے بعد وہ پھر زنگ جاتی ہے۔ یہ چھاپا مضبوط ہو جاتا ہے۔ قفل لگ جاتا ہے۔ پھر یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ بدی سے پیار اور نیکی سے نفرت کرتا ہے نیکی کی تحریک ہی قلب سے اٹھ جاتی ہے اس کا ظہور ایسا ہوتا ہے کہ خیر و برکات والی جماعتوں سے نفرت ہو جاتی ہے یا تو ان کے حضور آنے ہی کا موقع نہیں ملتا یا موقع تو ملتا ہے لیکن انتفاع کی توفیق نہیں پاتا۔ رفتہ رفتہ اللہ سے بُعد ملائکہ سے دوری اور پھر وہ لوگ جن کا تعلق ملائکہ سے ہوتا ہے ان سے بُعد ہو کر کٹ جاتا ہے۔ اس لئے ہر ایک عقلمند کا فرض ہے کہ وہ تدبر کرے۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ جنوری ۱۹۰۲ء)

کام کرنے سے پہلے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیئے

ارشاد سیّدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"ہر ایک انسان کو چاہیئے کہ جب وہ کوئی کام کرنے لگے تو اس کے شروع کرنے سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور اس سے دو سوال کرے۔

● اس کام کے کرنے کی غرض کیا ہے؟ ● کس کی خاطر یہ کام کرنے لگا ہے؟ ◎ سوال اوّل تو اس کو یہ فائدہ دے گا کہ اگر وہ کام بُرا ہے تو اس سوال کے جواب سے اس کی بُرائی کا اس کو علم ہو جائے گا کیونکہ اغراض کے ساتھ ہی چیزوں کی نیکی یا بدی وابستہ ہے۔ جب اس کا نفس اس کے سوال کا جواب دے گا اور اس کام کی بُرائی اس پر ظاہر ہوگی تو خود بخود اس کے دل میں شرمندگی پیدا ہوگی اور نفس کا جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا کیونکہ شرمندگی اور ندامت سے نفس کا جوش ٹھنڈا پڑ جایا کرتا ہے مثلاً چوری ہے اس کے ارتکاب کا جب خیال پیدا ہو تو اپنے آپ سے سوال کرے کہ میں کیوں کرنے لگا ہوں۔ کہے گا، مال حاصل کرنے کے لئے۔ اس پر سوال کر سکتا ہے کہ مال حاصل کرنے کے واسطے خدا نے اور ذریعے نہیں بنائے؟ کہ میں دوسرے کا مال بلاوجہ لوٹتا ہوں اور اگر میرے ساتھ ایسا ہی معاملہ کوئی کرے تو میں اسے کیسا ناپسند کروں گا۔ اس طرح اس کا نفس لاجواب ہو جائے گا اور وہ چوری کرنے سے رک جائے گا۔ تو یہ پہلا محاسبہ ہے جو کسی کام کے کرنے سے پہلے نفس سے کرنا چاہیئے۔ ہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض اوقات جب کسی فعل کے متعلق نفس سے سوال کیا جائے گا تو وہ جواب دے گا کہ یہ نیکی ہے لیکن اس پر اگر جرح کی جاوے تو پکڑا جائے گا اور شرمندہ ہوگا تو بہت سے گناہ پہلے ہی سوال پر چھوٹ جائیں گے اور بہت سے دوسرے تیسرے پر۔ لیکن کبھی ایسا ہوگا کہ اس محاسبہ کے بعد معلوم ہوگا کہ جو کام یہ کرنے لگا ہے وہ نیکی ہے اور اس کے اور دوسروں کے لئے موجب نفع ہے اس وقت بھی یہ محاسبہ کو ختم نہ کرے بلکہ محاسبہ اولیٰ کی دوسری شق سے کام لے

اور وہ یہ ہے کہ ۞ — اپنے نفس سے سوال کرے کہ یہ کام میں کس کی خاطر کرتا ہوں؟ اس سوال کے جواب سے اسے معلوم ہوگا کہ کئی باتیں جو بظاہر نیک معلوم ہوتی تھیں درحقیقت بدیاں تھیں مثلاً نماز پڑھتے وقت یا صدقہ دیتے وقت یا احسان کرتے وقت پہلے محاسبہ کے جواب میں اس کا نفس ثابت کرے گا کہ یہ سب کام مفید ہیں لیکن اگر ریا اور سمعت کے لئے یہ اس نے کام کرنے چاہے تھے تو دوسرے سوال کے جواب پر کہ میں یہ کام کس کی خاطر کرنے لگا ہوں۔ وہ جُبّہ نیکی کا جو نفس نے ان کاموں کو پہنایا تھا اُتر جاوے گا اور اسے معلوم ہو جاوے گا کہ یہ نیکی بھی بدی تھی اور فوراً یہ اپنے ارادہ کو بدل کر محض خدا کے لئے یا بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے اس کام کے کرنے کی نیت کرے گا اور بدی کو نیکی سے بدل دے گا۔" (خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۱۸ نومبر ۱۹۸۱ء)

اپنے ہر فعل اور طریق کار کو دُعاؤں میں لپیٹ لو

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

ہمیں ہر وقت دُعائیں لگے رہنا چاہیئے اور یہ صرف توجہ کی بات ہے اس پر کوئی پیسہ خرچ نہیں ہوتا مثلاً آپ مسجد میں نماز کے لئے جائیں تو رستہ میں آپ بیسیوں دفعہ خدا تعالیٰ کی تسبیح کر سکتے ہیں۔ بیسیوں دفعہ خدا تعالیٰ کی تحمید کر سکتے ہیں۔ بیسیوں دفعہ آپ درود شریف پڑھ سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی توحید کے کلمات دہرا سکتے ہیں۔ اس کی عظمت اور جلال کے متعلق خیالات اپنے ذہن میں لا سکتے ہیں پس تم اپنی بات کو دُعا میں اس طرح لپیٹ لو جس طرح آجکل کھانے کی چیزوں کو حفاظت کے پیشِ نظر پلاسٹک کی تھیلیوں میں لپیٹ لیا جاتا ہے اور جس طرح پلاسٹک میں لپیٹ ہوئی چیزیں لمبے عرصہ تک خراب نہیں ہوتیں، وہ لمبے عرصہ تک سڑتی نہیں اسی طرح اگر تم اپنی ہر چیز کو، اپنے ہر فعل کو، اپنی ہر کوشش کو اور جدوجہد کو، ہر طریقِ کار کو دُعاؤں میں لپیٹ لو، تو شیطان کو اس میں گھسنے کے لئے کوئی رخنہ اور سوراخ نہیں ملے گا۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری کوششوں میں اس قدر برکت دے گا کہ اسے دیکھ کر آپ خود بھی حیران ہوں گے اور وہ لوگ بھی حیران ہوں گے جو آج سے سینکڑوں سال بعد ہماری جماعت کی تاریخ لکھیں گے۔

(خطاب فرمودہ ۲۰ جنوری ۱۹۶۶ء)

حقوق العباد ادا کرنے والوں کو خدا چُن لیتا ہے

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حقوق اللہ اور حقوق العباد بالآخر ایک ہو جاتے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص حقوق العباد صحیح معنوں میں ادا کرے اور اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر اس پر نہ پڑے۔ ایسے بندوں کو خدا چُن لیتا ہے جو واقعتہً اس کے بندوں کے حق ادا کرتے ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا ہو جائے اور بنی نوع انسان کے حقوق ادا نہ کرے لہٰذا ایسی مذہبی جماعتیں جن میں حقوق العباد کی کمی نظر آئے۔ وہ ان اخلاق سے عاری ہوں جو انسان کو انسان کے لئے نرم کر دیتے ہیں اور اس کے حقوق ادا کرنے کے علاوہ احسان کا تقاضا کرتے ہیں۔ ایسا انسان اگر یہ کہے یا یہ سمجھے کہ میں بہت ہی عبادت کرنے والا ہوں تو یہ اس کی غلط فہمی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے غلطی خوردہ کی غلطی کو ہمیشہ کے لئے یہ فرما کر دور کر دیا کہ مومن وہ نہیں ہے جو صرف عبادت کرے اور روزے رکھے بلکہ مومن وہ ہے جس کے شر سے انسان اور ان کے اموال بھی محفوظ ہوں۔ تو حقیقت یہ ہے کہ حقوق العباد کے سوا حق اللہ ادا نہیں ہو سکتے۔ اور حقوق اللہ ادا کرنے والے انسان کبھی بھی حقوق العباد سے غافل نہیں ہو سکتے۔ پس اس پہلو سے جماعت احمدیہ کو وقتاً فوقتاً تذکیر کی ضرورت ہے۔ یاد کروانے کی ضرورت ہے کہ ہمارا کیا مقام ہے اور ہم کس بلند مقام پر فائز کئے گئے ہیں اور کیا ہم اس کے تقاضوں کو ہر پہلو سے پورا کر رہے ہیں یا نہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ دسمبر ۱۹۸۳ء)

جو اخلاص کے ساتھ دُعا کے لئے لکھتا ہے اور اس کا عمل ثابت کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے عہد پر قائم ہے کہ جو نیک کام آپ مجھے فرمائیں گے ان میں میں آپ کی اطاعت کروں گا۔ ایسے مطیع بندوں کے لئے تو بعض وقعہ ہم نے یہ نظارے دیکھے، ایک دفعہ نہیں، بسا اوقات یہ نظارے دیکھے کہ وہاں پہنچی بھی نہیں دُعا اور پھر قبول ہو گئی۔ ابھی کی جا رہی تھی دُعا تو اللہ تعالیٰ اس پر پیار کی نظر ڈال رہا تھا اور وہ دُعا قبول ہو رہی تھی۔ بعض دفعہ دُعا بنی بھی نہیں تو وہ دُعا قبول ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہ ایسا ایک بنیادی اصول ہے جس کو ہمیشہ ہر احمدی کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔

(الفضل ۲۷ جولائی ۱۹۸۲ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند فارسی اشعار کا منظوم ترجمہ

از حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدہا

اے خداوند من گناہم بخش
سوئے درگاہِ خویش راہم بخش

مولا مرے قدیر مرے کبریا مرے
پیارے مرے حبیب مرے دلربا مرے
بارِ گنہ بلا ہے مرے سر سے ٹال دو
جس رہ سے تم ملو مجھے اس رہ پہ ڈال دو

روشنی بخش در دل و جانم
پاک کُن از گناہِ پنہانم

اِک نُورِ خاص میرے دل و جاں کو بخش دو
میرے گناہِ ظاہر و پنہاں کو بخش دو

دلستانی و دِلرُبائی کُن
بہ نگاہے گرہ کُشائی کُن

بس اک نظر سے عقدۂ دل کھول جائیے
دل لیجیے مرا مجھے اپنا بنائیے

در دو عالم مرا عزیز توُئی
وانچہ می خواہم از تو نیز توُئی

ہے قابلِ طلب کوئی دُنیا میں اور چیز؟
تم جانتے ہو تم سے سوا کون ہے عزیز
دونوں جہاں میں مایۂ راحت تمہیں تو ہو
جو تم سے مانگتا ہوں وہ دولت تمہیں تو ہو

”اصل مدعا بیعت کا یہی ہے کہ توبہ کرو۔ استغفار کرو۔ نمازوں کو درست کرکے پڑھو۔ ناجائز کاموں سے بچو۔ میں جماعت کے لیے دُعا کرتا رہتا ہوں مگر جماعت کو بھی چاہیے کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو پاک کرے۔

یاد رکھو غفلت کا گناہ پشیمانی کے گناہ سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ یہ گناہ زہریلا اور قاتل ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والا تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ جس کو معلوم ہی نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں وہ بہت خطرناک حالت میں ہے۔ پس ضرورت ہے کہ غفلت کو چھوڑ دو اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ جو شخص توبہ کرکے اپنی حالت کو درست کرلے گا وہ دوسروں کے مقابلہ میں بچایا جائے گا۔ پس دعا اسی کو فائدہ پہنچا سکتی ہے جو خود بھی اپنی اصلاح کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے سچے تعلق کو قائم کرتا ہے۔“ (ملفوظات جلد سوم صہ ۱۷۲)

خطبہ جمعہ

جو قوم عبادت سے خالی ہو جائے وہ تقویٰ سے خالی ہو جایا کرتی ہے

خدا کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے

سارا عالم اسلام مل کر زور لگا لے اور خلیفہ بنا کر دکھا دے، وہ نہیں بنا سکتا کیونکہ خلیفہ کا تعلق خدا کی پسند سے ہے

خلافت اور شوریٰ میں مشترکہ طور پر جماعت احمدیہ کی جان ہے، خلافت اور شوریٰ کی جان تقویٰ میں ہے

اپنے تقویٰ کی حفاظت کریں، اگر تقویٰ کی حفاظت کرنی ہے تو عبادتوں کی حفاظت کریں

فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بمقام مسجد فضل لندن بتاریخ ۲ اپریل ۱۹۹۳ء مطابق ۲ شہادت ۱۳۷۲ ہش

مرتبہ: مکرم منیر احمد صاحب جاوید، لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ○

(سورۃ الحجرات: آیت ۱۴)

بعدہٗ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے لوگو! اے انسانو!! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں بڑے بڑے گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ لیکن تمہاری یہ گروہی اور قبائلی تقسیمیں تمہاری عزت کا نشان نہیں ہیں کیونکہ تم میں سے سب سے معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔ اللہ تعالیٰ بہت جانتا ہے اور بہت خبر رکھتا ہے۔

خلافت کے بعد شوریٰ سب سے اہم نظام ہے

خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آج ربوہ میں مجلس شوریٰ پاکستان کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس موقعہ پر جو میں نے پیغام لکھ کر بھجوایا تھا وہ سنا دیا گیا ہو گا اور افتتاح کی باقاعدہ کارروائی بھی ہو چکی ہے اور غالباً اس وقت تو وہ تمام نمائندگان مختلف محلّوں میں مساجد میں بیٹھے اس خطبہ میں شریک ہوں گے کیونکہ وہاں مجلس شوریٰ کا وقت ختم ہو چکا ہے، مختلف سب کمیٹیاں بن چکی ہیں اور اب وہ اپنے اپنے مقامات پر جا کر انشاء اللہ کل کی کارروائی کے لئے غور و خوض شروع کریں گے۔ میں نے چونکہ تحریری طور پر ابتدائی پیغام بھجوا دیا تھا اس لئے خیال نہیں تھا کہ مجلس شوریٰ سے براہ راست مخاطب ہوں لیکن ناظر صاحب اعلیٰ نے بہت زور کے ساتھ یہ تحریک کی ہے کہ مجلس شوریٰ کے ممبران کی یہ خواہش ہے کہ آپ آج خطبہ میں ہمیں براہ راست بھی مخاطب ہوں۔ پس اس غرض سے میں نے ان کو نصیحت کرنے کے لئے اس آیت کا انتخاب کیا ہے جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ مجلس شوریٰ جماعت کا ایک بہت ہی اہم نظام ہے اور یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ خلافت کے بعد سب سے اہم نظام شوریٰ کا نظام ہے اور شوریٰ کے نظام کے ساتھ جماعت کی زندگی وابستہ ہے۔ پس ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ خلافت اور شوریٰ میں مشترکہ طور پر جماعت احمدیہ کی جان ہے اور جماعت احمدیہ کی جان اگر خلافت اور شوریٰ میں ہے تو خلافت اور شوریٰ کی جان تقویٰ میں ہے کیونکہ خلافت تقویٰ کے بغیر بے معنی اور بے حقیقت ہے اور مجلس شوریٰ بھی تقویٰ کے بغیر محض ایک قالب ہے، ایک جسم ہے جس میں کوئی روح نہیں ہے۔ ان دو باتوں کو اگر مجلس شوریٰ کے ممبران پیش نظر رکھیں اور جماعت احمدیہ کے افراد کل دنیا میں ان کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ پر کبھی موت واقع نہیں ہو سکتی۔

خلافت احمدیہ میں احمدیت کی جان ہے

خلیفۂ وقت میں احمدیت کی جان میں نے نہیں کہا۔ خلافت احمدیہ میں احمدیت

کی جان ہے اور مجلس شوریٰ میں جان ہے نہ کہ ان ممبران میں جو آج وہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ ان دو باتوں کو آپ مناصب کے طور پر لیں اور یہ جو منصب ہیں ان میں اگرچہ بہت تقدس پایا جاتا ہے لیکن اس تقدس کا جماعت کے تقویٰ کے ساتھ ایک براہِ راست رشتہ ہے۔ خلیفۂ وقت کا تقویٰ ذاتی بھی ہوتا ہے لیکن وہ جماعت جو اُسے منتخب کرتی ہے اس کے تقویٰ کا خلیفۂ وقت کی ذات سے بہت گہرا تعلق ہے چنانچہ قرآن کریم نے ہمیں یہ نصیحت فرمائی کہ یہ دُعا کیا کرو کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ اے ہمارے رب! ہمیں متقیوں کا امام بنانا کیونکہ غیر متقیوں کی امامت اگر متقی بھی ہو تو تب بھی بے جان رہتی ہے کیونکہ جس جسم سے دماغ نے یا دل نے کام لینا ہو اُس جسم میں بھی صلاحیت ہونی چاہئے اور جسم کی صلاحیت دماغ اور دل دونوں پر اثر انداز ہو رہی ہوتی ہے۔ اگر جماعت تقویٰ سے عاری ہو تو خلافت اپنی ذات میں اکیلی لمبا عرصہ تقویٰ کی باریک راہوں پر نہیں چل سکتی کیونکہ جب غیر متقیوں سے واسطے پڑتے ہیں تو لیڈر شپ برباد ہو جایا کرتی ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا اگر جماعت غیر متقی ہو اور خلافت کے تقویٰ کی لمبے عرصہ تک حفاظت کی جاسکتی ہو۔ ایک عرصہ تک انفرادی طور پر تو ہو سکتی ہے لیکن تقویٰ کی حفاظت خلافت کے نظام میں نہیں ہو سکتی کیونکہ خلافت ایک شخص کا نام نہیں ہے بلکہ خلافت ایک نظام ہے پس جب میں کہتا ہوں کہ خلافت میں تقویٰ کی حفاظت نہیں ہو سکتی تو مراد یہ ہے کہ خلیفہ خواہ متقی ہی رہے مگر وہ نظام جو جماعت کے تقویٰ کا آئینہ دار ہے وہ نظام خلافت ہے۔ وہ گندا ہو جائے گا اور اس کے نتیجہ میں جماعت کی صحت پر بہت بُرا اثر پڑے گا۔ یہی حال مجلسِ شوریٰ کا ہے۔

عزّت مناصب میں نہیں بلکہ تقویٰ میں ہے

پس اس مضمون کو آپ کے سامنے مزید کھول کر رکھنے کے لئے میں نے اس آیتِ کریمہ کا سہارا لیا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ مناصب کا ایک تعلق عزّت سے بھی ہوا کرتا ہے لیکن قرآن کریم نے عزّت کا جو نظریہ پیش فرمایا ہے اس میں عزّت کو مناصب میں نہیں رکھا بلکہ تقویٰ میں رکھ دیا ہے یعنی منصب تب تک عزّت کے لائق ہے جب تک وہ تقویٰ کے نور سے بھرا ہوا ہو۔ منصب جب تقویٰ سے خالی ہو جائے تو عزّت سے خالی ہو جاتا ہے۔ فرمایا تمہاری عزّت کے معیار جو کچھ بھی ہوں لیکن خدا کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے اور اس مضمون میں ایک یہ بات بھی بیان فرما دی کہ وہ لوگ جو مناصب پر فائز نہیں ہوتے وہ بھی کسی گھاٹے میں نہیں۔ مناصب کے نتیجہ میں انسان کو خدمت کا زیادہ موقعہ ملتا ہے لیکن خدا کے ہاں عزّت کا مقام پانے کے لئے منصب ضروری نہیں تقویٰ ضروری ہے۔ پس اگر منصب تقویٰ سے خالی ہوگا تو اللہ کے ہاں وہ منصب عزّت سے خالی ہو جائے گا۔ اگر منصب تقویٰ سے بھرا ہوا ہوگا تو وہ منصب بھی عزّت کے لائق اور وہ تمام افرادِ جماعت جو اپنی جگہ بغیر مناصب کے صاحبِ تقویٰ ہیں وہ بھی خدا کے حضور عزّت کا مقام پائیں گے۔

انتخاب کے وقت دنیاوی مناصب پر نظر نہ رکھیں

یہ نکتہ اس لئے بہت غور سے سننا اور سمجھنا چاہیئے کہ اس کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں ہمارے انتخابی نظام میں فتور واقع ہو جاتا ہے۔ جب مجلسِ شوریٰ کے ممبروں کا انتخاب ہوتا ہے، جب عہدیداروں کا انتخاب ہوتا ہے اس وقت اگر اس دائمی زندگی کے اس مرکزی نکتہ پر نظر نہ ہو تو اس کے بد اثرات انتخاب پر ضرور وارد ہوتے ہیں اور ضرور انتخابات کی کیفیت گندی ہو جاتی ہے اور ضروری نہیں کہ اس کے نتیجہ میں جو شخص چنا جائے وہ بھی غیر متقی ہو۔ یہ لازم ملزوم نہیں ہیں۔ بعض اوقات اتفاق سے ایک متقی شخص جماعت میں نمایاں طور پر ابھر رہا ہوتا ہے اور وہ دیگر لحاظ سے صاحبِ منصب بھی ہوتا ہے وہ انتخاب کے نتیجہ میں آگے آجاتا ہے لیکن یہ رجحان اپنی ذات میں بہت ہی خطرناک ہے کہ انتخاب کے وقت دیگر دنیاوی مناصب پر نظر ہو اور تقویٰ سے بے نیاز ہو کر کوئی جماعت انتخاب کرے۔ اس سلسلہ میں جو سب سے اہم بات میں آپ کو سمجھا سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر آپ کی پسند اللہ کی پسند کے مطابق رہی تو آپ کی پسند اچھی ہے اور اس پسند کے نتائج ہمیشہ اچھے نکلیں گے۔ اللہ کی پسند سے آپ کی پسند مختلف ہوگئی اور بیچ میں فاصلے پڑ گئے تو آپ کی پسند کی کوئی بھی حیثیت باقی نہیں رہے گی۔ پس اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا مضمون اس طرح سمجھایا کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اللہ کی پسند تو تقویٰ ہے۔ اللہ کو تو وہی معزز دکھائی دیتا ہے جو صاحبِ تقویٰ ہو۔ اگر تمہارے ہاں عزّت کے معیار بدل گئے ہیں تو وہ معیار بگڑ چکے ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ پس اگر جماعت کو انتخاب کے وقت صاحبِ تقویٰ ہی معزز دکھائی دیتا ہو تو یہ وہ جماعت ہے جو کبھی مر نہیں سکتی۔ اگر انتخاب کے وقت صاحبِ تقویٰ معزز دکھائی نہ دیتا ہو بلکہ اپنا رشتہ دار معزز دکھائی دیتا ہو اپنے گروہ کا لیڈر معزز دکھائی دیتا ہو، کسی قوم سے تعلق رکھنے والا معزز دکھائی دیتا ہو، کوئی بڑا زمیندار صاحبِ اثر دکھائی دیتا ہو۔ کوئی صاحبِ دولت امیر انسان معزز دکھائی دیتا ہو تو ایسے انتخاب خدا کی نگاہ کے انتخاب نہیں ہیں۔ اسی لئے خلافت سے پہلے لازم ہے کہ نبوّت ہو۔ نبوّت کے بغیر خلافت کا وجود ممکن ہی نہیں۔ نہ خلافت دنیا میں قائم کی جاسکتی ہے کیونکہ نبوت ہی ایک منصب ہے جو براہِ راست خدا تعالیٰ کی طرف سے قیام میں لایا جاتا ہے۔ اور اس پر ایک ایسا شخص فائز فرمایا جاتا ہے جو خدا کی نظر میں سب سے معزز ہو اور وہ صاحبِ تقویٰ ہے۔ پس جب تک بگڑے ہوئے نظام پر خدا کا نمائندہ پہلے مقرر نہ کیا جائے انتخابی اداروں میں یا انتخابی نظام میں تقویٰ داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے دنیا میں کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ سارا عالم اسلام مل کر زور لگا لے اور خلیفہ بنا کر دکھا دے وہ نہیں بنا سکتا کیونکہ خلافت کا تعلق خدا کی پسند سے ہے اور خدا کی پسند اس شخص پر خود انگلی رکھتی ہے جسے وہ صاحبِ تقویٰ سمجھتا ہے اور اس کے بعد پھر وہ متقیوں کا ایک گروہ اپنے گرد پیدا کرتا ہے۔ وہ دہی کے قطرے کی طرح دودھ میں جاگ بن جاتا ہے اور جو بھی لوگ اس کے اردگرد اکٹھے ہوتے ہیں وہ نبی کے تقویٰ سے تقویٰ پا کر متقی ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کا انتخاب خُدا کا انتخاب کہلاتا ہے۔ اگر وہ متقی نہ ہوں تو ان کا انتخاب خُدا کا انتخاب کہلا ہی نہیں سکتا۔ پس جماعت احمدیہ جب کہتی ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے تو ان معنوں میں خدا بناتا ہے۔

خلافت کے ساتھ جماعت کے تقویٰ کا گہرا تعلق ہے

پس خلافت کے ساتھ جماعت کے تقویٰ کا بہت گہرا تعلق ہے۔ اگر جماعت متقی ہوگی تو اس کا انتخاب خدا کا انتخاب ہوگا اس کی نظر ہمیشہ تقویٰ پر پڑے گی اور اس کی عزتوں کا معیار تقویٰ رہے گا۔ یہ بات خلافت سے اُتر کر درجہ بدرجہ جماعت کے ہر عہدے پر چسپاں ہوتی ہے جس کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اب میں مجلس شوریٰ کی طرف واپس آتا ہوں۔ مجلس شوریٰ کے نمائندوں کا انتخاب اگر تقویٰ کی بناء پر ہو اور تقویٰ کی بناء پر ہوتا ہے تو وہ لوگ جو مجلس شوریٰ میں جماعت احمدیہ کی نمائندگی کرتے ہیں ان کی نظر کسی گروہی مفاد پر نہیں ہوگی۔ کسی ذاتی تعلق یا ذاتی عناد پر نہیں ہوگی۔ ان کے فیصلے خالصتاً للہ ہوں گے۔ ان کی نظر ہمیشہ اللہ کی رضا پر رہے گی وہ یہ سوچیں گے کہ ہمارا خدا ہم سے ناراض نہ ہو جائے، اسی کا نام تقویٰ ہے۔ وہ شخص جو اپنے محبوب کی محبت کھو دینے کے خوف میں زندگی بسر کرتا ہو وہی متقی ہے۔ پس جو ہر لحظہ یہ سوچتا ہو کہ کہیں اِس بات سے تو میرا خدا ناراض نہیں ہو جائے گا۔ اُس بات سے تو میرا خدا ناراض نہیں ہو جائے گا۔ محبت کھو دینے کا یہ خوف ہے جو حقیقت میں تقویٰ کی جان ہے۔ پس اس پہلو سے جب وہ مشوروں کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں، ان میں طعن و تشنیع، ہوشیاریوں میں، چالاکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا تصوّر، ایک دوسرے سے بہتر تقریر کرنے کا تصوّر، ایک دوسرے کے دلائل کو رد کرتے ہوئے ذاتی فخر کا خیال کہ ہم نے یوں مارا۔ ایسی دلیل دی کہ کمال کر دیا اور ووٹ زیادہ حاصل کرنے کے تصوّر، یہ ساری باتیں اس مجلس سے (BANISH) ہو جاتی ہیں جو تقویٰ پر مبنی ہوں۔ ان کو دیس نکالا مل جاتا ہے ایسے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں جو جیتیں تب ان پر کوئی فرق نہیں پڑتا، ہاریں تب اُن پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ایک شخص اکیلا رہ جائے اور اپنی بات پر قائم ہو تو وہ اس وجہ سے اپنی بات پر قائم ہوگا کہ اس کے نزدیک خدا کو یہ بات پسند ہے اس کو ذرّہ بھی فرق نہیں پڑتا کہ باقی لوگوں نے اس کی تائید کی ہے یا نہیں کی وہ پوری طرح اطمینان سے بیٹھے گا۔ کسی نفسیاتی مرض کا شکار نہیں ہوگا۔ پس تقویٰ انسان کی ذہنی، نفسیاتی اور قلبی حفاظت کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی صحت بھی باقی نہیں رہتی۔ پس مجلس شوریٰ کو منتخب کرتے وقت جن لوگوں نے منتخب کیا ان کے تقویٰ کی جھلک مجلس شوریٰ میں ظاہر ہوگی اور اگر غلطی سے کچھ غیر متقی لوگ آ گئے ہیں تو بعض دفعہ ضروری نہیں ہوا کرتا کہ منتخب کرنے والوں نے ہی غلطی کی ہو۔ بعض دفعہ لاعلمی کے پردے بیچ میں حائل ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص اپنے ساتھیوں کو متقی دکھائی دیتا ہے مگر خدا کے نزدیک وہ متقی نہیں ہوتا۔ پس یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے متعلق سو فیصدی یقین کے ساتھ ہم کہہ سکتے ہوں کہ اگر متقیوں نے انتخاب کیا ہے تو وہ لازماً متقی ہوگا۔ یہ ایک احتمال رہتا ہے لیکن متقیوں کی جتنی بڑی تعداد ہو اتنا یہ احتمال کم ہوتا چلا جاتا ہے مگر ایک دو کا احتمال ضرور موجود ہے۔

انتخابات سے پہلے دُعا کا رواج قائم کیا جائے

ایسی صورت میں ضروری ہے کہ ساتھ دُعا کی جائے۔ تقویٰ محض اکیلا کام نہیں کر سکتا جب تک دُعا اُس کے ساتھ شامل حال نہ ہو۔ پس مجلس شوریٰ کے انتخاب کے وقت بھی بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف اس موقعہ پر بلکہ دیگر انتخابات کے موقعہ پر بھی اگر پہلے دُعا کا رواج قائم کیا جائے اور جہاں تک مجھے یاد ہے یہ رواج موجود ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ بہت سی جماعتوں کو اس سے واقفیت نہ ہو۔ ہمیشہ انتخاب سے پہلے ضرور دُعا کرنی چاہیئے اور تقویٰ کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکتے ہوئے، اُس سے یہ التجا کرتے ہوئے دُعا کرنی چاہیئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری پسند تیری پسند ہو، ہم چاہتے ہیں کہ تیری پسند ہماری پسند ہو جائے۔ ہماری پسندوں کے فاصلے مٹ جائیں لیکن ہم لاعلم ہیں جیسا کہ تُو نے خود فرمایا کہ

هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ۝ (سورۃ النجم: آیت ۳۳)

اللہ بہتر جانتا ہے تمہیں کیا پتہ کون متقی ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کون متقی ہے تو عاجزانہ عرض کی ہے کہ اے خدا! ہم اکٹھے تو تیری رضا کے مطابق انتخاب کرنے کے لئے ہوئے ہیں مگر پوری طرح یقین سے کہہ نہیں سکتے کہ تیری رضا کیا ہے کیونکہ جسے ہم متقی سمجھتے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ متقی نہ ہو۔ پس ہم تیرے حضور عاجزانہ جھکتے ہیں، تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ ہمارے انتخاب کو سچا انتخاب بنا دے، اپنا انتخاب بنا دے۔ پس وہ انتخاب ہے جو خدا کا انتخاب ہوتا ہے اور یہ انتخاب جتنا نچلی سطحوں پر اُترتا ہوا، GRASS ROOT لیول پر پہنچتا ہے اتنا ہی زیادہ عمدہ خلافت کا انتخاب ہوگا کیونکہ ایک دفعہ تو تقویٰ کی حرکت اوپر سے نیچے کی طرف ہے۔ نبوّت سے تقویٰ اترتا ہے اور نیچے تک تقویٰ کا رس گھلتا چلا جاتا ہے۔ تقویٰ کا پانی جڑوں تک پہنچ کر ان میں سرایت کر جاتا ہے۔ پھر اُن سے جو نشوونما اٹھتی ہے وہ مبنی بر تقویٰ ہوا کرتی ہے اور اس جماعت کے جو نمائندگان پھر آخر پر آ کر آئندہ کبھی خلافت کا انتخاب کرتے ہیں تو ان کا انتخاب بلاشبہ اللہ کا انتخاب ہوتا ہے۔ یہ معنی ہیں ورنہ مخفی دعووں میں کوئی حقیقت نہیں۔ ہم دنیا کو کہتے رہیں کہ خلافت کا انتخاب خدا کا انتخاب ہے ان کی سمجھ میں یہ بات آ نہیں سکتی جب تک۔ اس طریق پر اُن پر ثابت نہ کیا جائے اور یہ ایک ایسی واضح کھلی ہوئی حقیقت ہے جو قابل فہم ہے۔ اگر نبوت سے تقویٰ نبوّت کے ساتھیوں میں سرایت کر گیا ہے اور انہوں نے انتخاب کیا ہے اور اگر اس تقویٰ کی حفاظت کی گئی ہے اور نسلاً بعد نسلٍ یہ تقویٰ قائم رکھا گیا ہے تو لازماً ہر انتخاب خدا کا انتخاب ہوگا۔ صرف خلافت ہی کا نہیں امارت کا انتخاب بھی خدا کا انتخاب ہوگا۔ صدارت کا انتخاب بھی خدا کا انتخاب ہوگا۔ زعامت کا انتخاب بھی خدا کا انتخاب ہوگا۔ اس ساری مجموعی صورتحال کا نام خلافت ہے اور اس کی زندگی تقویٰ میں ہے۔ پس مجلس شوریٰ کو اگر آپ نے زندہ رکھنا ہے اور قائم اور دائم رکھنا ہے تو اس کے تقویٰ کی حفاظت کریں اور اس کے تقویٰ کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ آپ ان جڑوں کی سطح پر نظر رکھیں جہاں سے تقویٰ کے پودے نے نشوونما پانی ہے۔ اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے۔

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتّقا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تقویٰ پر جو یہ شعر ہے ؎

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتّقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

یہی مضمون ہے جو میں خوب کھول کر آپ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے پہلا مصرعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا مصرعہ تھا۔ جس طرح بعض دفعہ ہوتا ہے کہ ایک شاعر ایک مصرعہ کہہ کر کچھ اٹک سا جاتا ہے۔ اس کی شان کا، بعینہٖ اس کا ہم پلّہ مصرعہ بعد میں اس کے ذہن میں نہیں آرہا ہوتا اور اس وقت پھر بعض دفعہ دوسرے شعراء ایک اور مصرعہ مہیا کرکے اس کے شعر میں نصف کے حصّہ دار بن جاتے ہیں اور بعض دفعہ تو اتنا اچھا مصرعہ دے دیتے ہیں گویا سارا شعر ہی ان کا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ بھی بعض دفعہ ایسے ہی پیار کا مظاہرہ کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ مصرعہ کہا ؎

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے

تو سوچ ہی رہے تھے کہ اب اس کے بعد کیا کہوں۔ سب سے بڑی بات تو کہہ دی کہ "ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے" پھر کیا باقی رہا تب الہام ہوا "اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے" اور کس شان کے ساتھ مضمون مکمل ہوگیا۔ جڑ تو ہے مگر اس جڑ کو باقی رکھنا تمہارا کام ہے۔ اگر اس جڑ کو باقی رکھو گے تو سب کچھ باقی رہے گا۔ پس اگر نظام شوریٰ کو باقی رکھنا ہے، اگر نظام خلافت کو باقی رکھنا ہے تو تقویٰ کی جڑ کو باقی رکھیں اور یہ پیغام اپنے سب بھائیوں کو دیں۔ پہلے تو میں کہا کرتا تھا کہ جب واپس جائیں تو میری طرف سے یہ پیغام پہنچائیں لیکن اب تو میں سب کو مخاطب ہو کر خود کہہ رہا ہوں کہ جو میں شوریٰ کو کہہ رہا ہوں تمہیں بھی کہہ رہا ہوں، تم میں سے ہر ایک سے مخاطب ہوں۔ اس مضمون کو اچھی طرح سمجھ لو اور اپنے ہر انتخاب سے غیر اللہ کو خارج کر دو، اپنی چودھراہٹوں کو خارج کر دو، اپتی دوستیوں کو خارج کر دو، اپنی دشمنیوں کو خارج کر دو، اپنے تعلقات کو خارج کر دو، ایک ہی تعلق قائم رکھو اور وہ اللہ سے تمہارا تعلق ہے۔ تقویٰ کو پیش نظر رکھتے ہوئے انتخاب کرو تو میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ قیامت تک یہ جماعت مر نہیں سکے گی، بڑھتی چلی جائے گی اور بڑھتی چلی جائے گی اور بڑھتی چلی جائے گی۔ پس مجلس شوریٰ کی جان تقویٰ میں ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ مجلس شوریٰ کا انتخاب کرنے والوں نے تقویٰ ہی سے کام لیا ہوگا اور اگر کوئی کمی رہ گئی ہوگی تو دعاؤں نے وہ کمی پوری کر دی ہوگی۔ پس آئندہ بھی دنیا بھر میں جہاں بھی جماعت اس پیغام کو سن رہی ہے وہ یاد رکھیں کہ اپنے ہر انتخاب کا آغاز دعا سے کیا کریں اور دعا میں یہ بات خصوصیت سے پیش نظر رکھیں کہ ہم خدا کی پسند کا انتخاب کرنا چاہتے ہیں۔ اس واضح پیغام کے ساتھ جو انسان اپنے نفس کو دیتا ہے، انسان کی سوچ میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ جانے سے پہلے انسان سوچ رہا ہوتا ہے کہ فلاں بھی میرا دوست ہے، فلاں بھی ہے۔ فلاں نے غالباً فلاں کو صدر بنانے کی کوشش کرنی ہے اور وہ اچھا آدمی نہیں ہے ہم سمجھتے ہیں فلاں اچھا ہوگا۔ تقویٰ کے لباس پہنائے ہوتے ہیں اپنی نیتوں کو مگر بعض دفعہ بودے اور گندے لباس ہوتے ہیں۔ نام تقویٰ کا لباس ہوتا ہے تو اس قسم کی سوچیں سوچ کر لوگ انتخابات میں پہنچا کرتے ہیں۔ وہاں جب دعا شروع ہو تو ایک دم انسان اپنے آپ کو یاد کرائے کہ میری پسند کی کیا حیثیت ہے؟ کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ میری پسند کی نہ اس کی پسند کی جس کی رضا کی خاطر ہم اکٹھے ہوتے ہیں اس کی پسند کی اصل حقیقت ہے۔ پس اے خدا مجھے تو اپنی پسند عطا فرما دے۔ میری آنکھوں کا ٹیڑھا پن دور کر دے۔ میری آنکھوں پر اگر تعصب کے یا کسی تعلق کے کوئی پردے حائل ہیں تو ان پردوں کو کاٹ کر الگ پھینک دے۔ مجھے اپنی رضا دکھا، اپنی رضا کی راہیں دکھا۔ اسی کو ووٹ دینے کی توفیق عطا فرما جو تیرے نزدیک متقی اور تیرے نزدیک سب سے معزز ہے۔ یہ دعا کرتے ہوئے جو جماعت اپنے انتخاب کرتی ہے مجھے یقین ہے اور ایک ذرہ بھی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس انتخاب کی حفاظت فرمائے گا اور ہر ایسا انتخاب جو ان دعاؤں کے ساتھ اور تقویٰ کی کوشش کے ساتھ کیا جائے گا بفضلہ تعالیٰ وہ اللہ ہی کا انتخاب ہوگا۔

تقویٰ کی جان عبادت میں ہے

اس ضمن میں ایک اور اہم بات جو میں آپ کے سامنے یعنی مجلس شوریٰ ہی کے نہیں بلکہ تمام دنیا کے احمدیوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تقویٰ کی اپنی جان بھی کسی قالب میں ہے نا اور وہ کیا ہے؟ تقویٰ کی جان عبادتوں میں ہے۔ وہ قوم جو عبادت سے خالی ہو جائے وہ تقویٰ سے خالی ہو جایا کرتی ہے۔ قرآن کریم نے نماز کے متعلق فرمایا ہے کہ

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ

وہ تمام چیزیں جن میں ملوث ہونے کے نتیجہ میں اللہ کی رضا ہاتھ سے جاتی ہے وہ بیان فرما دیں اور فرمایا نماز ان کی حفاظت کرتی ہے۔ پس تقویٰ کی اپنی جان عبادت میں ہے۔ اسی لئے عبادت کے اوپر میں غیر معمولی زور دینے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن لفظ غیر معمولی محض محاورہ ہے۔ عبادت پر غیر معمولی زور دیا ہی نہیں جا سکتا۔ ہر زور جو ہے وہ دے دیں تب بھی وہ معمولی دکھائی دے گا کیونکہ عبادت میں تو سب کچھ ہے اس کے سوا کچھ بھی باقی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے اپنی بہت سی مجبوریاں پیش کیں اور ان مجبوریوں کے نتیجہ میں اس نے کہا میں گڈریا ہوں میرے کپڑے کئی دفعہ جانوروں کے پیشاب میں لت پت ہو جاتے ہیں۔ کئی دفعہ اور کئی پہلوؤں سے گندے ہو جاتے ہیں مصروفیتیں ہیں وغیرہ وغیرہ تو اتنی لمبی تقریر کے بعد پوچھا یہ کہ کیا ان حالتوں میں مجھے نماز سے رخصت مل سکتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ نماز نہیں تو پھر رہا کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ جب عبادت ہی نہیں تو پھر دن کیسا۔ پس عبادت تو کسی صورت میں ٹل نہیں سکتی۔ عبادت کو اچھا کرنے کے لئے آپ کو اچھا بننا پڑتا ہے لیکن اگر اچھا نہ بھی بن سکیں تب بھی عبادت لازم ہے وہ تو کسی حالت میں نہیں ٹلے گی، پس عبادتوں کو قائم کریں۔

ایک خوشی کی خبر

اس پہلو سے میں ایک خوشی کی خبر آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جس سے مجھے بہت خوشی پہنچی۔ ساری جماعت کو بھی اس میں شامل ہونا چاہیے۔ میں نے اپنے خطبہ جمعۃ الوداع میں یہ کہا تھا کہ مجھے ابھی سے فکر لگ رہی ہے کہ عید کے دن مسجدوں کا کیا حال ہوگا۔ وہ مسجدیں جو جمعۃ الوداع میں بھر گئی ہیں وہ عید والے دن کہیں نمازیوں کو تلاش نہ کریں اور ان پر بے رونقی نہ آجائے کہ سارے لوگ اپنی عبادتیں جمعۃ الوداع کے ساتھ ہی وداع کر بیٹھے ہوں۔ اللہ کے فضل سے اس سلسلہ میں مجھے جو پہلی رپورٹ ملی وہ ربوہ کی طرف سے تھی وہاں تقریباً ساری رات خدام و انصار اور بچے منصوبے بناتے رہے اور پھر نماز

سے کافی وقت پہلے علی الصبح انہوں نے گھر گھر کی کُنڈی کھٹکھٹائی اور اس کے نتیجہ میں عید والے دن اتنے نمازی اکٹھے ہوئے کہ بعض لکھنے والوں نے جو انتظام سے الگ لکھنے والے ہیں یعنی انتظام میں شامل نہیں تھے بلکہ زائر تھے انہوں نے لکھا کہ ہم نے ربوہ کی مساجد میں اور تمام مساجد میں آج تک کبھی صبح کے نمازی اتنی تعداد میں نہیں دیکھے جتنے عید والے دن تھے تو آپ نے تو یہ کہہ کر میری عید بنادی اور باقی جماعتوں کی طرف سے بھی اسی قسم کی خوشیوں کی خبریں ملی ہیں لیکن اس عید کو دائمی کریں تو مزہ ہے۔ عارضی عیدوں کا کیا فائدہ جو اپنے پیچھے غم چھوڑ جائیں۔ اس لئے نماز کو چمٹ جائیں اور اس کو ایک دائمی حقیقت بنالیں۔ یہ آپ کی زندگی کا ایک ایسا جزو ہو جیسے سانس ہوا کرتے ہیں۔ سانسوں کے بغیر انسان رہ ہی نہیں سکتا، اسی طرح حقیقت میں عبادت کے بغیر بھی کسی انسان کی یا قوم کی روحانی زندگی قائم نہیں رہ سکتی۔ پس ایک تو باہر سے کنڈی کھٹکھٹانے والے ہیں جو اس دن آپ نے مہیا کئے ہیں۔ یہ کنڈی کھٹکھٹانے والے مستقل مزاجی سے کنڈیاں نہیں کھٹکھٹا سکتے۔ مجھے انتظاموں کا لمبا تجربہ ہے۔ خدام الاحمدیہ کی مختلف سطح پر میں نے کام کئے ہوئے ہیں اور مختلف تنظیموں میں کام کئے ہوئے ہیں، کچھ عرصہ تک لوگ جوش دکھاتے ہیں، کنڈیاں کھٹکھٹا دیتے ہیں اور کچھ دیر کے بعد آہستہ آہستہ تھک کر رہ جاتے ہیں اور وہ لوگ جن کو بار بار سہارا دے کر آگے لے جانے کی عادت پڑ گئی ہو جب سہارا نہیں رہتا تو وہ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس لئے یہ کوئی دائمی علاج نہیں ہے۔ ایک دن کی خوشی تو ہے لیکن کوئی ایسی خوشی نہیں جو ہمیشہ کی خوشی بن چکی ہو۔ اس کا ایک ہی علاج ہے کہ ہر نفس کے اندر سے ایک کنڈی کھٹکھٹانے والا پیدا ہو جائے اس سے بہتر کوئی کنڈی کھٹکھٹانے والا نہیں جو ضمیر میں سے جاگ اٹھے اور انسان کو بے چین کر دے جب تک وہ زندہ رہے جب وہ سانس لیتا رہے وہ ضمیر کا کنڈی کھٹکھٹانے والا ضرور کنڈی کھٹکھٹاتا رہے گا وہ کبھی نہیں تھکا کرتا بلکہ وقت کے گزرنے کے ساتھ وہ زیادہ طاقتور ہو کر ابھرتا ہے اور یہ وہ نفسیاتی حقیقت ہے کہ جسے قومیں اگر پیش نظر رکھیں تو جینے کا راز بھی مل جائے گا اور مرنے کا راز بھی مل جائے گا کیونکہ یہ کنڈی کھٹکھٹانے والا بدی کے لئے بھی کھٹکھٹاتا ہے اور نیکی کے لئے بھی کھٹکھٹاتا ہے۔ آپ اس کو جتنا بدی کا چسکا ڈالیں اُتنا ہی قوت اور زور کے ساتھ وہ بدی کی کنڈیاں کھٹکھٹاتا ہے۔ جن کو راتوں کو اٹھ کر گناہ کرنے کی عادت ہے ان کا یہ کنڈی بردار، کنڈی کھٹکھٹانے والا راتوں کو ان کو جگاتا ہے چین نہیں لینے دیتا جب تک وہ اپنے گناہوں کی تمنّاؤں کو پورا نہ کر لے۔ ایک نیکیوں کا کنڈی کھٹکھٹانے والا بھی ہوا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر طرف کنڈی کھٹکھٹا کر نئی طاقت پاتا ہے۔ نیا عزم اور نیا ولولہ اس میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے کھٹکھٹانے میں زیادہ شوکت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ تھکتا کبھی نہیں۔ پس اپنے ضمیر کے کنڈی کھٹکھٹانے والوں کو جگائیں اور ہر وہ شخص جو میری بات کو سن رہا ہے وہ اپنے ضمیر میں اس جگانے والے کو تلاش کرے۔ وہ سویا ہوا ہے وہ جاگ جائے تو ہو نہیں سکتا کہ نمازی سو جائیں۔ اس کو جگانے کی ضرورت ہے اور جب وہ جاگ جائے تو شیطان کے اثر سے باہر چلا جاتا ہے۔ شیطان دخل بھی دے تو پچھتاتا ہے۔

نماز کے متعلق ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ کے متعلق یہ روایت آتی ہے کہ بہت نمازی تھے، نمازوں سے بہت شغف تھا۔ ایک دفعہ نماز کے لئے اٹھے تو شیطان نے بہلا کر دوبارہ سُلا دیا کہ ابھی تو بہت وقت پڑا ہے۔ تھک گئے ہو تو تھوڑا سا آرام کر دو۔ پھر اٹھ جانا اور اس طرح ان کی نماز ضائع ہو گئی۔ پہلی نماز تھی جو ضائع ہوئی۔ ان کو اتنا صدمہ پہنچا، اتنا صدمہ پہنچا کہ سارا دن اللہ تعالیٰ سے معافیاں مانگتے ہوئے روتے اور چیختے گزر گیا۔ دوسرے دن جب سوئے ہیں تو نماز سے پہلے کسی جگانے والے نے ان کو جگایا کہ اٹھو، نماز پڑھو۔ انہوں نے کہا، ہاں میں اٹھتا ہوں لیکن تم ہو کون؟ اس نے کہا، میں شیطان ہوں۔ انہوں نے کہا، شیطان نماز کے لئے جگانے کے لئے آیا ہے۔ اس نے کہا، ہاں! کل مجھ سے بڑی غلطی ہوئی تھی، کل جو میں نے تمہیں سُلا دیا اور تم اتنا پچھتائے ہو، اتنا روئے ہو کہ خدا تم سے اتنا راضی ہوا کہ کبھی کسی نماز پڑھنے والے سے ایسا راضی نہیں ہوا ہوگا تو میں تو خدا کی ناراضگی دینے کے لئے آتا ہوں۔ میں کیا غلطی کر بیٹھا اب میں تمہیں جگانے کے لئے آیا ہوں تاکہ خدا دوبارہ تم سے راضی نہ ہو جائے۔ اب اسے ایک حکایت کہہ لیں یا کسی شخص کی سوچی ہوئی ایسی تدبیر ہے جس سے نمازوں کی طرف توجہ دلانے کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ اس کے اندر حقیقت ہے۔ وہ شخص جس کا ضمیر نماز میں اٹک چکا ہو، نمازی بن چکا ہو۔ اُس سے جب بھی نماز میں غفلت ہوتی ہے اس کو شدید کچوکے ملتے ہیں اور اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ اس تکلیف کے نتیجہ میں گناہ کی بجائے اس کو ثواب ملتے ہیں اور اگلی نمازوں کے لئے مزید طاقت نصیب ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے کتنی ہی بار جہاد اور غزوات میں حصّہ لیا اور بڑے بڑے دکھ اُٹھائے، بڑی تکلیفیں اٹھائیں لیکن کسی تکلیف کا، کسی دکھ کا کوئی شکوہ آپ کے ہاں نہیں ملتا سوائے ایک دفعہ کے۔ جنگ احزاب کے موقعہ پر جبکہ دشمن نے ایک دن اتنا مصروف رکھا کہ اپنے وقت پر نمازیں نہ پڑھی جا سکیں اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے عشاء کے وقت پانچوں نمازیں اکٹھی پڑھائیں تو اس وقت بڑی حسرت سے کہا کہ ان لوگوں پر لعنت ہو جنہوں نے ہمیں نمازوں سے محروم کر دیا۔ لعنت کے لفظ بولے یا تُف کے کہے یا ویسے ہی اظہار افسوس کیا۔ مجھے قطعی طور پر یاد نہیں لیکن یہ پتہ ہے کہ روایت کرنے والے بتاتے ہیں کہ بے حد دُکھ کے ساتھ آپ نے ان کلمات کو ادا فرمایا کہ آج اکٹھی نمازیں قضاء کرنی پڑی ہیں یعنی وقت سے الگ پڑنی پڑی ہیں تو ایسی نمازیں جو اس دُکھ کے ساتھ قضاء کی جاتی ہیں اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ ان کا ثواب ان نمازوں سے بہت زیادہ ہے جن کو انسان رسمی طور پر ادا کرتا ہے اور جن کے ہونے نہ ہونے سے اس کے اوپر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کوئی نماز کھوئی گئی تب بھی کوئی تکلیف نہیں۔ پڑھی گئی تو خاص لذّت کے ساتھ نہیں پڑھی گئی۔ پس ہر نمازی کو جب تک خود نماز کے ساتھ تعلق قائم نہ ہو جائے اس وقت تک ہم حقیقت میں نمازوں کو قائم نہیں کر سکتے اور جو شخص اپنے ضمیر کے تعلق کے نتیجہ میں یعنی جس کے ضمیر کو نماز سے ہمیشہ کی وابستگی ہو جائے، جو اس کے نتیجہ میں نمازیں پڑھتا ہے اس کے تقویٰ کی اللہ حفاظت فرماتا ہے، وہ ہے جو حقیقت میں خدا کی نظر میں متقی بنتا چلا جاتا ہے کیونکہ ہر عبادت کے بعد اُسے خدا کی طرف سے ایک تقویت نصیب ہوتی ہے اور اس کا تقویٰ آسمان سے اترتا ہے۔ پس میں دنیا کی تمام جماعتوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے تقویٰ

کی حفاظت کریں اور تقویٰ کی حفاظت کرنی ہے تو عبادتوں کی حفاظت کریں اور پھر جب آپ دنیا میں کوئی بھی انتخاب کریں گے تو خواہ وہ مجلس شوریٰ کا ہو یا عہدیداران کا ہو وہ انتخاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضا یافتہ ہوگا۔

ایک غیر معمولی روحانی لذت کا نظارہ

اس ضمن میں اب مختصراً میں آپ کو یہاں کی عید کا بھی ایک قصہ سناتا ہوں۔ یہاں جو عید منائی گئی وہ اس لحاظ سے ایک غیر معمولی عید تھی کہ دنیا میں کہیں عید کی نماز پر اتنے بوسنین اکٹھے نہیں ہوئے تھے جتنے اسلام آباد میں اکٹھے ہوئے اور ایک غیر معمولی روحانی لذت کا نظارہ تھا جب مختلف علاقوں سے آئے ہوئے بوسنین بسوں سے اترتے تھے اور ایک دوسرے کی طرف بڑھتے تھے، ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ جماعت احمدیہ کے پیار سے متاثر ہو کر ان کے چہروں کی کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی اور وہاں بعض ایسے ایسے نظارے دیکھے گئے ہیں کہ جنہوں نے دیکھا ہے ان کی روحیں ہمیشہ کے لئے ان سے متاثر ہو گئی ہیں۔ ایک بس سے ایک ماں اتری جس کا بچہ بوسنیا میں کھویا گیا تھا اور وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ مر چکا ہے اور ایک دوسری بس سے وہی بچہ جو اس کے نزدیک کھویا گیا تھا وہ اُتر رہا تھا وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف اس طرح لپکے ہیں کہ بیان کرنے والے بتاتے ہیں کہ ہم بیان نہیں کر سکتے کہ وہ کیا نظارہ تھا۔ ماں بے اختیار بچے کے گلے سے لپٹی اور بیٹا ماں کے گلے سے لپٹا اور روتے ہوئے اس طرح خوشی سے آنسو بہائے ہیں کہ دیکھنے والے بھی رونے لگ گئے لیکن ایک اور نظارہ ایسا تھا کہ وہ بہنیں آپس میں ملیں اور بیان کرنے والے بتاتے ہیں کہ ان کا یوں ملنے کا نظارہ تھا وہ تو ماں بیٹے کے نظارے سے بھی بڑھ گیا۔ بڑی عمر کی ایک بہن تھی، ایک چھوٹی عمر کی بہن اور بڑی عمر کی بہن سمجھتی تھی کہ میری چھوٹی عمر کی بہن وہاں ضائع ہو گئی اور سفاکوں کے ہاتھ چڑھ گئی۔ اس کے نتیجہ میں اس کی جان کو ایک روگ لگا ہوا تھا۔ اس نے جب ایک بس سے اپنی چھوٹی بہن کو اُترتے دیکھا تو اچانک جو اس کی کیفیت ہوئی وہ ناقابل بیان ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی طرف دوڑیں اور لپٹ کر اس طرح چیخیں مار مار کر روئی ہیں کہ جہاں جہاں وہ آواز پہنچتی تھی سارے سننے والے رو پڑے اور ان کی خوشی کے آنسوؤں میں دور دور تک سب دیکھنے والے احمدیوں کے خوشیوں کے آنسو شامل ہو گئے۔ عجیب طرح کی وہ عید منائی گئی ہے اور اسی قسم کی عیدیں یورپ میں دوسری جگہ بھی منائی گئی ہیں۔ پاکستان میں بھی جو عیدیں منائی گئیں ان میں غریبوں کو اپنے ساتھ شامل کیا گیا اور جیسا کہ میں نے نصیحت کی تھی عیدوں کی صبحیں تو نمازوں سے معطر ہو گئیں اور نمازوں سے منور ہو گئیں اور عیدوں کے دن غریبوں کی ہمدردی سے روشن ہوئے اور غریبوں کی ہمدردی سے انسان کو رضائے باری تعالیٰ کا جو نور ملتا ہے اس نور سے روحیں نہا گئیں۔ بہت ہی پُر لطف کیفیات پر مشتمل خطوط ملتے ہیں اور لوگ بتاتے ہیں کہ اس طرح ہماری عیدیں سنور گئیں اور بہت ہی مزا آیا جو عام حالات میں عیدیں منانے کا مزا نہیں آیا کرتا تو خدا کے فضل سے دنیا میں ہر جگہ جماعت احمدیہ نے ایک ایسی عید منائی ہے کہ جس عید میں باقی لوگ شریک نہیں ہو سکتے۔ ان بیچاروں کی پہنچ نہیں، ان کی دسترس نہیں جماعت احمدیہ کا جو یہ پہلو ہے یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک عظیم نشان ہے کیونکہ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کی روح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے تعلق کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی، ناممکن ہے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی قوموں کا جائزہ لے کر آپ دیکھیں یہ روح جو نیکی کی بات سنتے ہی انسان کو خود بخود طوعی طور پر تعاون پر مجبور کر دیتی ہے اس روح کا تعلق محمدیت سے ہے اور خاتمیت کا یہ معنی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سوا اب یہ روح آپ کو کہیں اور سے میسر نہیں آسکتی۔ پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سچے اور کامل غلام نہ ہوتے تو ناممکن تھا کہ آپ کی جماعت کو یہ ایسی روح ملتی کہ دنیا کے پردے پر دنیا کی کوئی اور جماعت یہ دعویٰ بھی نہیں کر سکتی کہ ہم اطاعت میں اور خدا کی رضا کی خاطر اطاعت میں جماعت احمدیہ کے ساتھ کوئی مماثلت بھی رکھتے ہیں۔ دنیا میں کروڑوں اربوں مسلمان موجود ہیں، عیسائی موجود ہیں، ہندو، سکھ ہر قسم کے لوگ موجود ہیں مگر آپ نگاہ ڈال کر دیکھ لیں آپ کو یہ روحِ اطاعت جیسی جماعت احمدیہ میں ہے اور نیکی کی خاطر جھک جانے کی یہ صلاحیت جو جماعت احمدیہ میں ہے اور کہیں دکھائی نہیں دے گی۔ ایک آواز پر ساری دنیا میں دلوں میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور انسان پورے جذبہ اور روح کے ساتھ دوڑتا ہوا اس آواز پر لبیک کہتا ہوا چلا آتا ہے۔ پس ایک حج تو وہ ہوتی ہے جو سال میں ایک دفعہ حج سکھانے کے لئے آتی ہے اور ایک حج وہ ہے جب کُل عالم میں مسلمان اَللّٰھُمَّ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہتے ہوئے لبیک کہتے ہوئے نیکی کی طرف دوڑتے ہیں۔ یہ وہ حج ہے جو دائمی حج ہے جس کی حالت میں مومن زندگی بسر کرتا ہے۔

اپنا تقویٰ خود کمائیں

آج اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ کو یہ حج نصیب ہے اور آپ نے دنیا میں کسی اور کو نیکیوں پر ایسا لبیک کہتا ہوا نہیں دیکھا ہوگا۔ چندوں کی تحریک کرو تو عورتیں زیور اُتار اُتار کر پھینکنے لگتی ہیں۔ لوگ قرضے لے کر اس امید پر چندے دیتے ہیں کہ خدا رزق بڑھائے گا حیثیت سے بڑھ کر چندے دیتے اور پھر اللہ کی حیرت انگیز تائید کے نشان دیکھتے ہیں۔ اِدھر ایک وعدہ کیا اور جانتے ہیں کہ نہیں لیکن سابقہ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ وعدہ اتنے خلوص سے کیا جاتا تھا کہ خدا خود سامان کر دیتا تھا اور اُدھر واقعۃً پھر دوبارہ وعدہ پورے کرنے کے سامان غیب سے ہو جاتے ہیں پس یہ جماعت متقیوں کی جماعت ہے۔ میں اس کو پہلے مضمون کے ساتھ باندھ کر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب میں تاکید کرتا ہوں کہ دیکھو تقویٰ کرو، تقویٰ کرو تو مراد یہ نہیں ہے کہ میں آپ کو تقویٰ سے خالی دیکھتا ہوں۔ اگر تقویٰ سے خالی دیکھتا تو یہ باتیں مجھے دکھائی نہ دیتیں جو میں بیان کر رہا ہوں لیکن میں خطرات کے بعض مقام ضرور دیکھتا ہوں۔ پہلے کا کمایا ہوا تقویٰ ہے جو سہارا دے رہا ہوتا ہے۔ متقیوں کی اعلیٰ روایات ہیں جو آپ کے جماعتی وجود کا حصہ بنی بیٹھی ہیں۔ اگر خود تقویٰ نہ کمایا تو اس کمائی پر زیادہ عرصہ گزارا نہیں ہوگا۔ آپ ہیں تو متقیوں کی جماعت لیکن اپنے باپوں کا تقویٰ نہ کھائیں۔ اپنے لئے تقویٰ پیدا کریں اور اپنی اولاد کے لئے تقویٰ چھوڑ کر جائیں تب آپ اس دعا کو اپنے حق میں قبول ہوتا دیکھیں گے کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اے ہمارے رب ہمیں متقیوں کا امام بنانا۔

جماعت کو ایک نصیحت

اب آخر پر بظاہر ایک بے تعلق سی بات ہے لیکن اس میں بھی نیکی کا ایک پیغام دینا مقصود ہے اور وہ یہ بات ہے کہ آج سے ایک سال پہلے میری اہلیہ کا انتقال ہوا۔ اس ضمن میں کچھ نصیحتیں میں نے اس دن بھی جماعت کو کی تھیں اور ایک نصیحت آج بھی کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے بیماری کے آخری ایام میں یہ ذکر کیا کہ اگر خدا مجھے توفیق دے تو میری خواہش ہے کہ میں اپنی بچیوں کی شادی دیکھ سکوں تو میں خدا کی خاطر بعض غریب بچیوں کی شادی کراؤں گی۔ میں نے ان کی زندگی میں ہی اس نیّت کو پورا کر دیا اور اُن کو بتا دیا کہ تم ایک بچّی کی کہہ رہی ہو میں چار کی کروا بیٹھا ہوں اور آئندہ بھی تمہاری خاطر تمہاری تمنّا کو پورا کرتے ہوئے شادیاں کرواتا رہوں گا۔ اس میں دو نصیحتیں ہیں جو میں جماعت کو کرنا چاہتا ہوں۔ اوّل یہ کہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی منّت مانگیں، کسی شرط کے ساتھ کوئی دعا کریں کہ اے خدا! تو یوں کر دے گا تو ہم یوں کریں گے تو کبھی یہ نہ کریں کہ خدا بظاہر ان کی دُعا کو قبول نہ کرے تو وہ اپنی منّت سے پیچھے ہٹ جائیں۔ یہ ایک بے ادبی ہے اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کی ایک قسم کی ناشکری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بچپن سے مجھے یہ گُر سمجھائے رکھا ہے کہ جب بھی منّت مانگو تو اگر خدا تمہیں بظاہر اس دُعا کو قبول کرتا ہوا نہ بھی دکھائی دے تب بھی اس منّت کو ضرور پورا کرو۔ یہ خدا سے حسنِ خلق میں آگے بڑھنے والی بات نہیں۔ حقیقت میں خدا کے پیچھے چلنے والی بات ہے کیونکہ جو لوگ دُعا کی حقیقت سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جو دُعائیں بظاہر نامقبول ہوتی ہیں خدا بھولتا نہیں ہے۔ کسی حکمت کے پیشِ نظر بندے کی دُعا قبول نہیں بھی فرماتا تو بعد میں اس دُعا کے بدلے سو طرح سے اور چیزیں قبول فرماتا چلا جاتا ہے اور احسانات کا سلسلہ ترک نہیں فرماتا اور بعض دفعہ کچھ عرصہ کے بعد انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ دُعا کا اس طرح مقبول نہ ہونا بھی ایک رحمت تھی اور اگر انسان باریک نظر سے اللہ تعالیٰ کے نشانات کا تتبّع کرے، ان کے تجسّس میں رہے تو اُسے بارہا اس دُعا کے تعلق میں خدا کا غیب کا ہاتھ احسانات کرتا ہوا دکھائی دے گا۔ پس اس مضمون کو سمجھنے کے نتیجہ میں مجھے کبھی بھی اس بات میں تردّد نہیں ہوا کہ بظاہر منّت کی وہ شرط پوری نہیں ہوئی اس لئے منّت پوری نہ کی جائے بلکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ خدا نے تو وہ پورا کرنا ہی کرنا ہے۔ ہم نہ پیچھے رہ جائیں۔ اس لئے اللہ سے نیکی کا جو وعدہ کر لیا جائے وہ مشروط نہیں رہنا چاہیئے وہ ضرور پورا ہونا چاہیئے اور اس کے نتیجہ میں اللہ پھر مزید احسان فرماتا ہے۔ پس ایک تو یہ نکتہ سمجھانا مقصود تھا کہ آپ بھی اپنی مصیبتوں میں یا مشکلات میں یا ویسے اپنی تمنّاؤں کی طلب میں اللہ تعالیٰ سے بعض دفعہ یہ عرض کر بیٹھتے ہیں کہ اے خدا یوں کر دے تو میں یُوں کر دوں تو اللہ تعالیٰ اس طرح کرتا ہوا نہ بھی دکھائی دے تب بھی آپ اس طرح ضرور کریں جو آپ نے خدا کے حضور عاجزانہ منّت مانگی تھی۔ نیّت کی تھی یا نیکی کا ایک مشروط وعدہ کیا تھا۔

غریب بچیّوں کی شادی کروانے کی تحریک

دوسری بات یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کو میں بالعموم یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے ہاں غریب بچیّوں کی شادی کروانے کو رواج دیں یہ کوئی ایسا نظام نہیں ہے جس کے لئے چندے کی کوئی تحریک کر رہا ہوں۔ میں صرف متوجہ کر رہا ہوں کہ ہمارے معاشرہ میں بہت سے ایسے غریب ہیں جن کی بچیّاں شادی کی عمر کو پہنچ جاتی ہیں اور اُن کے لئے شادی کے کوئی سامان نہیں ہوتے اور ماں باپ اس غم میں گھُلتے ہیں اور کُڑھتے چلے جاتے ہیں اور دینی غیرت کا تقاضا ہے یا اپنی عزّتِ نفس کا تقاضا ہے۔ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ بھی نہیں پھیلا سکتے۔ خلیفۂ وقت سے چونکہ بے تکلّفی ہوتی ہے اس لئے ان میں سے بعض لکھ دیتے ہیں۔ بہت سے نہیں بھی لکھتے ہوں گے مگر بہت سے ایسے ہیں جو بیچارے بغیر سامان کے بیٹھے ہیں اور ان کو دو سادہ جوڑے دے کر بھی بچی رخصت کرنے کی استطاعت نہیں ہے۔ اس لئے میرے ذہن میں یہ بات آئی ہے کہ جماعت کے صرف متموّل دوست ہی نہیں بلکہ درمیانی حیثیت کے دوست بھی اگر یہ نیّت باندھ لیں کہ ہم اپنی بچیوں کی شادیوں پر جو خرچ کرتے ہیں اُس کا دسواں حصّہ یا پانچواں حصّہ کسی غریب کی بچّی پر خرچ کریں گے تو وہ روپیہ جماعت کو نہ دیں بلکہ اگر وہ تلاش کرنا چاہیں تو جماعت کے نظام کو مطلع کر دیں کہ ہماری نیّت ہے کہ اس سال ایک شادی کروائیں گے، دو کروائیں گے، تین کروائیں گے اور ہماری توفیق کے مطابق اندازاً اتنا خرچ ہوگا تو آپ کے علم میں اگر ایسے غرباء ہوں تو بصیغہ راز ہمیں مطلع کر دیں۔ اس میں راز رکھنا ضروری ہے اس لئے بہتر ہو کہ اس نظام کو امراء اور صدران اپنے ہاتھ میں رکھیں اور پھیلائیں نہیں۔ پھر اُن کے علم میں جو بھی خاندان ہوں ان کا ذکر مخفی طور پر ان خواہشمند دوستوں کے سامنے کر دیا جائے یا لکھ کر بھجوا دیا جائے اور باقی پھر اُن کو آپس میں ایک دوسرے سے تعلق استوار کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ جو لوگ بالکل مخفی ہاتھ سے یہ کام کرنا چاہیں وہ اُن کو رقم بھجوا سکتے ہیں اور اُن کے سامنے نہ آنا چاہیں تو نہ آئیں اور وہ لوگ جو دکھاوے کی خاطر نہیں بلکہ اس نیکی کا لطف اٹھانے کے لئے اور اس سے مزید نیکیوں کی روح حاصل کرنے کی خاطر ان سے ذاتی تعلق قائم کر کے پھر مخفی ہاتھ سے ان کی مدد کرنے ہیں تو یہ بھی جائز ہے۔ پس ساری دنیا میں ہمیں غریبوں کی شادیوں پر ان کی مدد کا یہ نظام جاری کر دینا چاہیئے اور آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کے ذریعہ اس کی کثرت سے تشہیر کرنی چاہیئے اور ایسا ہو کہ کوئی بھی ایسا غریب احمدی گھرانہ نہ رہے جس کی شادی کی ضرورتوں میں اس کے بھائی شریک نہ ہوئے ہوں۔ ایک تو تحفہ دینے کا طریق ہے وہ تو ہوتا ہی ہے۔ لیکن غریبوں تک بہت تھوڑے تحفے پہنچتے ہیں۔ اکثر تحفے تو اوپر کی سطح پر ہی آپس میں گھومتے رہتے ہیں۔ اس لئے میں جو نظام بیان کر رہا ہوں یہ بہت ضروری ہے جہاں تک یورپ اور امریکہ کے احمدیوں کا تعلق ہے ان کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ شادی کے قابل بوسنین بچیّوں کی تلاش کریں اور بڑی آسانی کے ساتھ یہ اُن کیمپوں سے پتہ چل سکتا ہے جہاں وہ رہتے ہیں اور ہر شخص جو کسی بوسنین بچّی کی شادی کی توفیق رکھتا ہو وہ اُن سے تعلق قائم کر کے اپنی پیشکش کر دے تو اس طرح ساری دنیا میں غرباء کی شادی میں سب احمدی شریک ہو جایا کریں گے اور جو اللہ کی رضا کی خاطر غرباء کی شادیوں میں شریک ہوتے ہیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اُن کی شادیوں میں اللہ اور اس کے فرشتے شامل ہوا کریں گے۔ ان کی اپنی شادیوں کو برکت ملے گی۔ وہ شادیاں خدا کے حضور معزز رکھی جائیں گی۔ پس اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور نیکی کی جو نئی نئی راہیں اللہ ہمیں دکھاتا ہے اُن پر تیزی سے اور مضبوطی کے ساتھ اور مستقل مزاجی کے ساتھ ہمیشہ آگے بڑھتے رہنے کی توفیق عطا ہوتی رہے۔

مجلسِ عرفان

سوال :۔ علمِ نجوم سے کیا مراد ہے؟ نیز دست شناسی کی کیا حقیقت ہے؟

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔

قسمت کی لکیریں یا مزاج کی تعبیریں

علم نجوم کے ذریعہ آج کل دُنیا میں بڑی بڑی معلومات حاصل ہو رہی ہیں (ASTRONOMY) علم نجوم کے ذریعہ ساری دنیا میں رونما ہونے والے واقعات کو سٹڈی کیا جا رہا ہے۔ اس حد تک تو علم نجوم درست ہے۔ مگر یہ کہنا کہ فلاں ستارے نے فلاں کی قسمت بنائی ہوئی ہے۔ اور اس سٹڈی سے فلاں کی زندگی میں یہ یہ واقعات رونما ہوں گے۔ یہ سب گپ شپ ہے۔ اسی طرح ہاتھ دکھا کر قسمت کا حال معلوم کرنا بھی محض گپ ہے۔ واقعۃً یہ تو ممکن ہے کہ ہاتھ کی بناوٹ سے انسانی مزاج اور اس کے اثرات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہو۔ جس طرح پاؤں دیکھ کر عرب بھی قیافہ شناسی کیا کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو درست قرار دیا۔ اس حد تک تو دست شناسی درست ہے۔ لیکن یہ خیال کرنا کہ ہاتھوں کی لکیروں میں قسمت بنی ہوئی ہے اور یہ یہ واقعات رونما ہوں گے۔ یہ سب گپیں ہیں۔ چنانچہ بعض بڑے بڑے مشہور نجومی تھے جو احمدی ہوئے تو انہوں نے اس پیشہ سے توبہ بھی کی اور خود اپنے قصے بھی سنائے کہ جو دست شناسی کیا کرتے تھے اس کی اصل حقیقت کیا تھی۔ وہ کہتے ہیں۔ ایک لمبے تجربے سے ہم انسانوں کا مزاج سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ بعض اتفاقات کا ہمیں علم ہے کہ ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ اگر ہم چار پانچ باتیں بیان کریں۔ چار اُن میں سے نہ ہوں پانچویں ہو گئی ہو تو اکثر بیان کرنے والا چار کا ذکر نہیں کرتا صرف پانچویں کا ذکر کر دیتا ہے اور نجومیوں کا خوب پروپیگنڈہ ہوتا ہے کہ فلاں نجومی نے فلاں بات کی تھی وہ بالکل پوری ہو گئی۔ اور اس نے جو ساتھ دس گپیں ماری تھیں ان کو بیان کرنے والے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ انسانی فطرت کا ایک چسکا ہے کہ فلاں نے ایک واقعہ بیان کیا اور وہ اس طرح ہوا تو احمدی نجومیوں کا یہ کہنا تھا کہ انسانی فطرت کی ان ساری کمزوریوں کو مدّنظر رکھ کر نجومی کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن امرواقعہ یہ ہے کہ ہاتھ کی لکیروں سے کچھ نہیں پڑھتے۔

ایک اندازہ۔ ایک حقیقت

فرمایا ایک دفعہ لندن یونیورسٹی میں ہم ایک جگہ ایک پارٹی میں جمع تھے۔ مختلف یونیورسٹیوں کے طلبہ کا ایک بڑا دلچسپ ACADEMIC (ایکڈیمک) اجتماع تھا۔ مَیں بھی وہاں گیا ہؤا تھا۔ طلبہ سے باتوں باتوں میں پامسٹری (دست شناسی) کے متعلق بات شروع ہو گئی مَیں نے اُن سے کہا کہ پامسٹری ہے تو گپ شپ لیکن اس کے باوجود یہ ہو سکتا ہے کہ آدمی بڑے اچھے اندازے لگائے۔ اس نیت سے اگر تم مجھے ہاتھ دکھانا چاہتے ہو تو مَیں دیکھ لیتا ہوں۔ مَیں ایسے اندازے تمہیں بتاؤں گا کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔ اور یقین ہو جائے گا کہ بغیر لکیروں کے بھی انسان FEATURES کو کسی حد تک پڑھ سکتا ہے ایک صاحب تھے جو بعد میں بی بی سی کے ایک بڑے افسر بنے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ دکھایا۔ مَیں نے ان کا ہاتھ دیکھ کر کہا کہ آپ کی شادی شدہ زندگی نہایت تلخ گزرے گی۔ یہاں تک کہ بہت دکھوں میں آپ مبتلا رہیں گے۔ آپ کو پہلی تسکین جو نصیب ہوگی وہ تقریباً پچپن سال میں ہوگی۔ اس وقت تک آپ کی زندگی بڑی تلخ گزرے گی۔

ایک مدت کے بعد جب مَیں ۱۹۷۸ء میں لندن گیا۔ آصفہ بھی میرے ساتھ تھیں غوری صاحب کے ہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے۔ میرے کسی دوست نے ان صاحب کو بتا دیا کہ مَیں لندن میں آیا ہوں۔ اس نے غوری صاحب سے بار بار پتہ کیا۔ غوری صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک صاحب آپ سے ملنے کے بہت مشتاق ہیں۔ بار بار فون آ رہے ہیں۔ بی بی سی میں ہیں۔ پہلے تو مجھے یاد نہیں تھا۔ پھر خیال آیا کہ وہی صاحب ہوں گے جنہوں نے مجھے اپنا ہاتھ دکھایا تھا۔ چنانچہ فون پر اُس سے بات ہوئی وہ کہنے لگے آپ تو کہتے تھے کہ پامسٹری میں کچھ نہیں ہے لیکن آپ نے جو میرے متعلق خبر دی تھی وہ تو سو فیصد سچی نکلی۔ بتائیں کس طرح پتہ لگایا تھا آپ نے؟ مَیں نے کہا، ہؤا کیا؟ کہنے لگے۔ وہی ہؤا جو آپ نے کہا تھا۔ مَیں نے بڑی تلخ زندگی گزاری اور اب مَیں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے۔ مگر یہ بتائیں آپ نے کیسے اندازہ لگایا تھا۔ مَیں نے کہا بات یہ ہے کہ مَیں آپ کا مزاج سمجھتا تھا۔ آپ نہایت اچھی اور نفیس طبیعت کے آدمی ہیں لیکن آپ جو گرل فرینڈ ساتھ لائے تھے جس کے متعلق نظر آتا تھا کہ آپ اس کے ساتھ شادی کرنے والے ہیں وہ ایک CRUDE قسم کی عورت تھی اگرچہ وہ جسمانی لحاظ سے آپ کو ATTRACT کر رہی تھی۔ لیکن دو تین باتوں سے اندازہ ہو گیا کہ وہ مزاجاً ساتھ چل ہی نہیں سکتی۔ چند دن کی لذتیں ہیں جو ختم ہو جائیں گی۔ لیکن پھر جب مزاج زندہ رہتا ہے یعنی رفاقت کا مزاج تو وہ اصل چیز ہے۔ جسمانی حسن تو کچھ عرصہ کے بعد ماند پڑ جاتا ہے چنانچہ مَیں نے یہ اندازہ لگایا کہ جب یہ کشش ختم ہو جائے تو آپ جیسے نفیس آدمی کے لئے ایسی CRUDE عورت کے ساتھ رہنا جہنم بن جائے گا۔ مجھے یہ علم نہیں تھا کہ آپ پچپن سال کی عمر میں طلاق دے دیں گے۔ مَیں نے تو یہ اندازہ لگایا تھا کہ بوڑھے ہو کر آہستہ آہستہ چَین آ ہی جائے گا۔ آپ گزارہ کر جائیں گے۔ انہوں نے کہا خیر یہ بات پھر طلاق کے ذریعہ پوری ہوئی ہے۔

یہ مَیں نے مثال اس لئے دی ہے کہ ایک اندازہ ہو جاتا ہے۔ کچھ ہاتھوں کی طرز انسان کا مزاج بتا دیتی ہے۔ بعض بیماریوں کے نتیجہ میں ہاتھوں کی شکلیں بدل جاتی ہیں جن سے بیماریوں کی بھی تشخیص ہو جاتی ہے۔ مثلاً LUNGS کمزور ہوں تو ہاتھ کی ایک خاص قسم کی شکل بن جاتی ہے۔ آنکھوں پر بھی بیماریوں کے اثر پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آج کل جرمنی میں باقاعدہ ایک سائنس DEVELOPE ہو رہی ہے جو ایلوپیتھی طریقِ علاج میں مدد دے رہی ہے۔ ڈاکٹر صرف آنکھوں کا رنگ دیکھتے ہیں اور بیماری کی تشخیص کر دیتے ہیں۔ یہ محض ذہانت ہے جو خبر دیتی ہے۔ لکیریں خواہ مخواہ بہانہ بنا ہوا ہے اور لوگوں کو بیوقوف بنا کر اسے پیسے بٹورنے کا ذریعہ بنایا ہؤا ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا

مخالفوں اور جانی دشمنوں سے حُسنِ سلوک

مکرم لئیق احمد صاحب طاہر مبلغ انگلستان

جہاں تک بندوں کے حقوق کی ادائیگی کا تعلق ہے بہت کم ایسے لوگ ہیں جو دشمنوں اور مخالفوں کے حقوق کی ادائیگی کا پورا خیال رکھیں۔ مخالفت کے جوش میں وہ تذلیل و تحقیر کی حدود پھلانگ جاتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کے اخلاق نورِ نبوّت سے آراستہ ہوں اُن کے اخلاق کی شان کچھ اور ہی نظر آتی ہے چنانچہ اس ضمن میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا ایک نہایت درخشندہ واقعہ ایک ایسے شخص کی زبانی پیش ہے جس کا تعلق جماعت احمدیہ سے نہیں تھا۔

مارٹن کلارک کے مقدّمہ میں ایک شخص مولوی فضل الدین صاحب لاہوری حضور کی طرف سے وکیل تھے۔ جب مولوی محمد حسین بٹالوی حضرت صاحب کے خلاف شہادت میں پیش ہوئے تو مولوی فضل الدین صاحب نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ اگر اجازت ہو تو میں مولوی محمد حسین صاحب کے حسب نسب کے بارے میں کوئی سوال کروں۔ حضرت صاحب نے سختی سے منع فرما دیا کہ میں اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا اور فرمایا لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ حضرت مولانا شیر علیؓ نے بیان کیا کہ یہ واقعہ خود مولوی فضل دین صاحب وکیل نے باہر آکر ہم سے بیان کیا تھا۔ اور اُن پر اس بات کا بڑا اثر ہُوا تھا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نہایت عجیب اخلاق کے مالک ہیں۔ ایک پرلے درجے کا دشمن ہے اور وہ اقدامِ قتل کے مقدمہ میں آپ کے خلاف شہادت میں پیش ہوتا ہے اور میں اس کا حسب نسب پوچھ کر اس کی حیثیت کو چھوٹا کر کے اس کی شہادت کو کمزور کرنا چاہتا ہوں اور اس کی ذمّہ داری مرزا صاحب پر نہیں تھی۔ بلکہ مجھ پر تھی۔ مگر میں نے جب پوچھا تو آپ نے بڑی سختی سے روک دیا کہ ایسے سوال کی میں ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ خدا ایسے طریق کو ناپسند کرتا ہے .... دراصل حضرت صاحب اپنے ہاتھ سے کسی کی ذلّت نہیں چاہتے تھے۔

(سیرت المہدی حصّہ اوّل صـ۲۴۷ - ۲۴۸)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ بیان فرماتے ہیں:۔

جب صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے قتل کا حکم دینے والا امیر حبیب اللہ خان اس واقعہ کے بعد انگریزی حکومت کا مہمان بن کر ہندوستان آیا تو اخباروں میں یہ خبر چھپی کہ بعض اوقات امیر حبیب اللہ خان بوٹ پہنے ہوئے مسجد کے اندر چلا گیا۔ اور اس حالت میں نماز ادا کی۔ اس پر بعض اخباروں میں اعتراض اٹھایا گیا کہ امیر کی یہ حرکت غیر اسلامی ہے اور آداب مجلس کے خلاف ہے۔

کسی احمدی نے یہ خبر حضرت مسیح موعود کو بھی سنائی کہ امیر حبیب اللہ خان نے مسجد کی ہتک کی ہے۔ اور جوتے پہن کر اندر چلا گیا ہے اور جوتوں میں بیٹھ کر نماز ادا کی ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود نے اعتراض کرنے والے کو فوراً ٹوک کر فرمایا:

"اس معاملے میں امیر حق پر تھا کیونکہ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہے۔"

سنانے والے نے یہ خبر اس لئے سنائی ہوگی کہ چونکہ امیر حبیب اللہ احمدیّت کا دشمن ہے اور اس نے ایک پاک انسان کو محض احمدیّت کی وجہ سے انتہائی ظلم کے ساتھ سنگسار کروا دیا ہے اس لئے غالباً حضرت مسیح موعود اس کی دشمنی اور عداوت کی وجہ سے اس کا ذکر آنے پر اُس کے متعلق ناراضگی کا اظہار فرمائیں گے۔ مگر اس پیکرِ انصاف و صداقت نے جو اپنے جانی دشمنوں کے لئے بھی حق اور انصاف لے کر آیا تھا فرمایا:۔

"یہ اعتراض غلط ہے"

(سیرت حضرت مسیح موعود چار تقریریں صـ۳۵۲)

فرمایا:۔

"ہم بھی بعض دفعہ کسی پر ناراض ہوتے ہیں مگر ہماری ناراضگی دین کے واسطے اور اللہ کے لئے ہے جس میں نفسانی جذبات کی ملونی نہیں اور دنیوی خواہشات کا کوئی حصّہ نہیں۔ ہمارا بغض اگر کسی کے ساتھ ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے واسطے ہے اور اس واسطے وہ بغض ہمارا نہیں بلکہ خود خدا تعالیٰ کا ہی ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی ہماری نفسانی یا دنیوی غرض نہیں۔ ہم کسی سے کچھ لینا نہیں چاہتے۔ نہ کسی سے کوئی خواہش رکھتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد نہم صـ۲۱۸ - ۲۱۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے وسیع عفو و رحمت کا ایک دلچسپ واقعہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ جو مشہور وقائع نگار تھے اپنی تصنیف حیاتِ احمد صـ۲۱ میں بیان کرتے ہیں کہ

"ایک دفعہ جب کہ حضرت مسیح موعود لاہور میں قیام فرما تھے اور ایک مقامی مسجد میں فریضۂ نماز ادا کر کے اپنی فرودگاہ کی طرف واپس تشریف لے جا رہے تھے ایک قوی ہیکل شخص نے جو ان ایام میں مہدی ہونے کا مدعی تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بجائے مہدی رسول اللہ کا کلمہ پڑھتا تھا پیچھے کی طرف سے آکر حضرت مسیح موعود پر اچانک حملہ کر دیا اور حضور کو زور کے ساتھ اٹھا کر زمین پر دے مارنے کی کوشش کی۔ یہ بدبخت حضور کو گرا تو نہ سکا مگر اُس کے اچانک حملہ سے حضور ڈگمگا گئے اور حضور کا عمامہ مبارک گرتے گرتے بچا۔

اس پر سیالکوٹ کے ایک مخلص دوست سیّد امیر علی شاہ صاحب نے فوراً لپک کر اس شخص کو پکڑ لیا۔ اور اسے دھکا دے کر الگ کرتے ہوئے ارادہ کیا کہ اُسے گستاخی اور قانون شکنی اور مجرمانہ حملہ کی سزا دیں۔ جب حضرت مسیح موعود نے دیکھا کہ سیّد امیر علی شاہ صاحب اسے مارنے لگے ہیں تو حضور نے بڑی نرمی کے ساتھ مسکراتے ہوئے فرمایا:۔

"شاہ صاحب جانے دیں اور اسے کچھ نہ کہیں یہ بیچارہ سمجھتا ہے کہ ہم نے اس کا (مہدی والا) عہدہ سنبھال لیا ہے۔"

(حیات احمد صہ ۲۱۰)

غریب عورتوں سے حُسنِ سلوک

ہمارے معاشرے میں ایک کمزوری شدّت سے موجود ہے اور وہ یہ کہ انسانوں کے حقوق کی ادائیگی کے وقت اُن کے حسب و نسب اور خاندان اور دنیوی مرتبے کا خیال رکھ کر حقوق کی ادائیگی کی طرف متوجّہ ہوتے ہیں۔ اس علّت کی وجہ سے غریب اور کمزور اور بے اثر افراد پر مشتمل معاشرے کا ایک بڑا حصّہ محرومی کا شکار رہتا ہے اُس کی داد رسی کرنے والا ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ وہ انسان بہت عظیم ہے جو غریب نواز اور دل کا حلیم ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تیسری دنیا میں عموماً ہمارے معاشرے کا مظلوم ترین حصّہ عورت ہے اور بالخصوص وہ صنفِ نازک جسے غربت و افلاس کی چکّی نے پیس ڈالا ہو۔ اس صنفِ نازک کی خدمت اور تکریم کے لئے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا طرزِ عمل کیا تھا۔ اس ضمن میں چند ایمان افروز واقعات پیشِ خدمت ہیں۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب لکھتے ہیں:۔

۱۔ بعض اوقات دوا دَرمَل پوچھنے والی گنواری عورتیں زور سے دستک دیتی تھیں اور اپنی سادہ اور گنواری زبان میں کہتی ہیں۔ "مرجاجی جرا بُوا کھولو تاں" حضرت اس طرح اٹھتے تھے جیسے مُطاعِ ذیشان کا حکم آیا ہے اور کشادہ پیشانی سے باتیں کرتے اور دوا بتاتے۔ ہمارے ملک میں وقت کی قدر پڑھی ہوئی جماعت کو بھی نہیں تو پھر گنوار تو اور بھی وقت کو ضائع کرنے والے ہیں ایک عورت بے معنی بات چیت کرنے لگ گئی اور اپنے گھر کا رونا اور ساس نند کا گلہ شروع کر دیا اور گھنٹہ بھر اسی میں ضائع کر دیا آپ وقار اور تحمّل سے بیٹھے سُنتے رہے۔ زبان سے یا اشارے سے اُس کو نہیں کہا کہ بس اب جاؤ دوا پوچھ لی ہے اب کیا کام ہے۔ ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے۔ وہ خود ہی گھبرا کر اُٹھ کھڑی ہوتی اور مکان کو اپنی ہوا سے پاک کرتی۔

۲۔ ایک دفعہ بہت سی گنوار عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں۔ اتنے میں اندر سے بھی چند خدمت گار عورتیں شربت شیرا کے لئے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں۔ آپ کو دینی ضرورت کے لئے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا مَیں بھی اتفاقاً جا نکلا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کمر بستہ اور مستعد کھڑے ہیں۔ جیسے کوئی یورپیئن اپنی دنیوی ڈیوٹی پر چُست اور ہشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں۔ اور کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا اور ہسپتال جاری رہا۔ فراغت کے بعد مَیں نے عرض کیا حضرت یہ تو بڑا زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اَللّٰہ اَللّٰہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے یہ مسکین لوگ ہیں۔ یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا کر رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں۔ اور فرمایا۔ یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پرواہ نہیں ہونا چاہیئے۔

(سیرت حضرت مسیح موعود، از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی رضی اللہ عنہ صفحہ ۲۰-۲۱)

حقوق العباد سے متعلق سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی حیاتِ طیّبہ کے یہ صرف چند نمونے ہیں۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ حضور کی ساری زندگی مخلوق خدا کے حقوق کی حفاظت اور ان کی ادائیگی میں بسر ہوئی۔ اور حضور نے بار بار اپنی جماعت کو اس کی تاکید فرمائی۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور مَیں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے۔ اگر مَیں نہ اُٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اُس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرشِ زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے۔ اگر میں اُس کے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اُس کے لئے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں۔ اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کوئی سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ و دانستہ اُس سے سختی سے پیش آؤں۔ بلکہ مجھے چاہیئے کہ مَیں اُس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دُعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔"

شہادت القرآن صہ ۹۹ روحانی خزائن جلد ۶

خدا کا شُکر ہے اپنی سمجھ میں راز یہ آیا
کہ جن کے سر پہ ہوتا ہے خدا کے فضل کا سایہ

نہیں دشمن کا ڈر ان کو نہ رہزن سے خطر ان کو
الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ ہے ان کا سرمایہ

(نادر قریشی)

PIA کے سستے ترین ٹکٹوں کے حصول کے لئے ہم سے رجوع کریں اور سہولت کے ساتھ سفر کریں نیز فری کی بکنگ کے لئے بھی ہم سے جلد از جلد رابطہ قائم کیجئے۔ آپ کی خدمت کے منتظر

Goldwing Travel
Hohenstaufen Str.9, 60599 Frankfurt
Telfon (0 69) 74 11 477, Fax (0 69) 74 11 4 11

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اور

اکرام ضیف

مکرم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد، امام مسجد فضل لندن

اکرام ضیف اور مہمان نوازی دین اسلام کے سکھائے ہوئے اخلاق میں سے ایک بہت ہی اہم خلق ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ ساری کی ساری اعلیٰ اسلامی اخلاق کی آئینہ دار تھی۔ اکرام ضیف کا خلق بھی آپ کی مبارک زندگی میں اپنے معراج پر نظر آتا ہے۔ ایسے ایسے واقعات ہیں کہ جن کو پڑھ کر رُوح پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

اس رُوح پرور خلق محمدی کا کامل اور حسین پرتَو ہمارے اس زمانہ میں آپؐ کے فرزندِ جلیل سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ اس مختصر مضمون میں اس ضمن میں چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے پیاروں اور خاص بندوں سے محبت و پیار کا سلوک بھی بہت نرالا ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو احیائے اسلام اور خلق محمدی کا زندہ و تابندہ نمونہ پیش کرنے کی غرض سے امام الزماں کے منصب پر فائز فرمایا تو قدم قدم پر اپنی مقدس وحی کے ذریعہ آپ کی دستگیری اور راہنمائی فرمائی اس کی ایک بہترین مثال اس رنگ میں نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ابتدائی زمانہ میں جبکہ ؏

کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

والا دَور تھا آپ کو یہ خبر دی کہ

یَاتِیْكَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

کہ وقت آنے والا ہے کہ لوگ تیرے پاس دور دراز کے علاقوں سے سفر کر کے آئیں گے۔ اس بشارت کے ساتھ یہ بھی فرما دیا

لَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ

کہ جب لوگوں کا تانتا بندھ جائے اور دن رات کثرت سے لوگ تیرے پاس آئیں تو کبھی اکتاہٹ کا اظہار نہ کرنا اور نہ ہی ان مہمانوں کی آمد سے کسی قسم کی تھکاوٹ محسوس کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت نے آپ کو ہجوم خلائق کے آنے کی بشارت بھی دی اور ان کی خدمت کے لیے بھی پہلے سے پوری طرح کمربستہ کر دیا۔ اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اگر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک زندگی پر اکرام ضیف کے لحاظ سے ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت بار بار بڑی شان کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے کہ آپ نے واقعی مہمان نوازی کا ایسا حق ادا کیا ہے کہ اس دورِ آخرین میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اور آپؐ کی بیان فرمودہ تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے آپ نے اکرام ضیف اور مہمان نوازی میں وہ اعلیٰ اور امتیازی مقام محمود حاصل کیا جس کی تفصیلات پر نظر کرنے سے انسانی رُوح پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کی مرتب کردہ کتاب سیرت مسیح موعودؑ سے ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ یہ مہمان نوازی میں سادگی، محبت اور بے تکلفی کا شاہکار ہے۔ حضرت ڈاکٹر عبداللہ صاحب نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے نیاز حاصل کرنے کے لیے لاہور سے دو دن کی رخصت لے کر آیا۔ رات گاڑی سے بٹالہ اُترا۔ رات وہاں گزار کر صبح سویرے قادیان کے لیے روانہ ہو گیا۔ ابھی سورج تھوڑا ہی نکلا تھا کہ میں قادیان پہنچ گیا۔ میں پرانے بازار کی طرف جا رہا تھا۔ مسجد اقصیٰ کے قریب جو بڑی حویلی ہے جب وہاں پہنچا تو میں اس جگہ حضور علیہ السلام کو ایک مزدور کے پاس جو کہ اینٹیں اٹھا رہا تھا کھڑے ہوئے دیکھا۔ حضور نے بھی مجھے دیکھ لیا۔ آپ مجھے دیکھتے ہی مزدور کے پاس سے آ کر راستہ پر کھڑے ہو گئے۔ میں نے قریب پہنچ کر السّلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہٗ کہا۔ آپ نے وعلیکم السلام فرمایا اور پوچھا کہ اس وقت کہاں سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں رات بٹالہ رہا ہوں اور اب حضور کی خدمت میں وہاں سے سویرے چل کر حاضر ہوا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا "پیدل آئے ہو؟" میں نے عرض کیا کہ ہاں حضور۔ افسوس کے لہجہ میں فرمایا کہ "تمہیں تو بڑی تکلیف ہوئی ہو گی"۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جس محبت و شفقت سے حضور نے آپ کا حال دریافت فرمایا اور دلداری کی ڈاکٹر عبداللہ صاحب کی تھکان اور کوفت تو اسی محبت سے دور ہو گئی ہو گی۔ لیکن یہ تو ابھی مسیح محمدیؐ کی مہمان نوازی کی ابتدا ہی تھی۔ اس کے بعد جو ہوا وہ بھی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے بڑی محبت سے پوچھا:

"اچھا بتاؤ چائے پیو گے یا لسّی ؟"

میں نے عرض کیا: حضور کچھ بھی نہیں پیوں گا۔ آپ نے فرمایا تکلف کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے گھر گائے ہے جو کہ تھوڑا سا دودھ دیتی ہے۔ گھر والے چونکہ دہلی گئے ہوئے ہیں اس لیے اس وقت لسّی بھی موجود ہے اور چائے بھی۔ جو چاہو پی لو۔"

میں نے کہا "حضور لسّی پیوں گا"۔ آپ نے فرمایا اچھا چلو بیٹھو۔ میں آکر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بیت الفکر کا دروازہ کھلا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور ایک کوری ہانڈی مع کوری چپنی کے جس میں لسّی تھی خود اٹھائے دروازے سے نکلے۔ چپنی پر نمک تھا اور اس کے اوپر ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔ حضور نے وہ ہانڈی میرے سامنے لاکر رکھ دی اور خود اپنے دستِ مبارک سے گلاس میں لسّی ڈالنے لگے۔ میں نے خود گلاس پکڑ لیا۔ اتنے میں چند اور دوست بھی آگئے۔ میں نے انہیں بھی لسّی پلائی اور خود بھی پی۔ پھر حضور خود وہ ہانڈی اور گلاس لے کر اندر تشریف لے گئے۔"

یہ واقعہ مہمان نوازی کے ضمن میں جس محبت، شفقت، بے تکلفی، اپنائیت اور ایک بے اختیار جذبۂ خدمت کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اس کا لفظوں میں اظہار مشکل ہے۔ لیکن ہر شخص چشمِ تصوّر سے ان باتوں کا کسی حد تک اندازہ کر سکتا ہے۔ مہمان نوازی ہو تو ایسی ہو خوش قسمت ہے وہ وجود جس نے نہ صرف دل کو موہ لینے والی ان ساری باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ وہی ان کا مورد بھی تھا۔

اسی رنگ کا ایک دلکش واقعہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے بیان فرمایا ہے۔ آپ روایت کرتے ہیں کہ:

"غالباً ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہوگا مجھے حضرت صاحب نے مسجد مبارک میں بٹھایا جو کہ اس وقت ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔ فرمایا کہ آپ بیٹھئے میں آپ کے لیے کھانا لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے میرا خیال تھا کہ کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے مگر چند منٹ کے بعد کھڑکی کھلی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے ہاتھ سے سینی اٹھائے ہوئے میرے لیے کھانا لائے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آپ کھانا کھائیے میں پانی لاتا ہوں۔ بے اختیار رقت سے میرے آنسو نکل آئے۔"

کون ہے جس کا دل اس واقعہ کو پڑھ کر رقت سے لبریز نہ ہو جائے محبوب امام جس کے اشارے پر فدائی جان قربان کرنے کو سعادت یقین کرتے ہوں کس سادگی اور بے نفسی سے اپنے خدام کی خدمت پر کمربستہ ہے۔ اکرام ضیف کا احساس اور شوق اس قدر غالب ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے یہ خدمت سرانجام دیتے ہیں اور کتنی بے ساختگی اور محبت ہے اس مہمان نوازی میں!

اپنے ہاتھ سے مہمانوں کی خدمت کرنے اور اس میں عین راحت محسوس کرنے اور مہمانوں کی خدمت میں ذرا بھر بھی کوتاہی برداشت نہ کرنے کا ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی اس حسین واقعہ کے راوی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

"دو شخص منی پور آسام سے قادیان آئے اور مہمان خانہ میں آکر انہوں نے خادمانِ مہمان خانہ سے کہا کہ ہمارے بستر اتارے جائیں اور سامان لایا جائے اور چارپائی بچھائی جائے۔ خادمان نے کہا کہ آپ خود اپنا سامان اتروائیں چارپائیاں بھی مل جائیں گی۔ دونوں مہمان اس بات پر رنجیدہ ہو گئے اور فوراً یکہ میں سوار ہو کر واپس روانہ ہو گئے..... حضرت اقدس کو اس واقعہ کا علم ہوا تو نہایت جلدی سے ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو گیا حضور ان کے پیچھے نہایت تیز قدم چل پڑے۔ چند خدام بھی ہمراہ تھے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ نہر کے قریب پہنچ کر ان کا یکہ مل گیا اور حضور کو آتا دیکھ کر وہ یکہ سے اتر پڑے اور حضور نے انہیں واپس چلنے کے لیے فرمایا کہ آپ کے واپس ہونے کا مجھے بہت درد پہنچا ہے۔ چنانچہ وہ واپس ہوئے۔ حضور نے یکہ میں سوار ہونے کے لیے انہیں فرمایا کہ میں ساتھ چلتا ہوں مگر وہ شرمندہ ہوئے اور سوار نہ ہوئے۔ اس کے بعد مہمان خانہ پہنچے حضور نے خود ان کے بستر اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر خدام نے اتار لیے۔ حضور نے اسی وقت دو نواڑی پلنگ منگوائے اور ان کے بستر کروائے۔ ان سے پوچھا کہ آپ کیا کھائیں گے اور خود ہی فرمایا کہ اس طرف تو چاول کھاتے جاتے ہیں اور رات کو دودھ کے لیے پوچھا۔ غرض کہ تمام ضروریات اپنے سامنے پیش فرمائیں اور جب تک کھانا نہ آیا وہیں ٹھہرے رہے۔"

(سیرت المہدی جلد ۴ صفحہ ۴۴)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے یہ واقعہ بارہا پڑھا اور بارہا سُنا ہے۔ جب بھی چشم تصور سے اس سارے منظر کا اندازہ کرتا ہوں تو ورطۂ حیرت میں گم ہو جاتا ہوں۔ ایک طرف حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا خداداد عظیم مقام اور آپ کی بے پناہ دینی مصروفیات اور دوسری طرف مہمانوں کی خدمت کا اس قدر اہتمام اور خیال کہ خادموں کی ذرا سی غلطی اور سرد مہری پر تڑپ اٹھتے ہیں اور بنفس نفیس پا پیادہ کئی میل کا سفر کر کے یکہ کی رفتار سے بہت تیز چلتے ہوئے، مہمانوں سے معذرت کرنے اور انہیں واپس قادیان لانے کے لیے جا پہنچتے ہیں۔ مہمانوں کو سوار ہونے کا فرماتے ہیں اور خود ساتھ چلتے ہیں۔ ان کا سامان خود اتارنے کو آگے بڑھتے ہیں اور اس وقت تک وہاں سے اپنے گھر واپس نہیں آتے جب تک رنجیدہ اور دل شکستہ مہمانوں کی خاطر مدارت کا پورا حق ادا نہیں ہو جاتا۔ واقعی آپ نے بہت خوب فرمایا اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

"مہمان کا دِل شیشہ سے بھی نازک ہوتا ہے"

اکرام ضیف اور مہمان نوازی کے ضمن میں یہ چند چنیدہ واقعات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے اس پہلو کے متعلق ہیں کہ آپ نہ صرف مہمان نوازی اور اکرام ضیف میں اعلیٰ ترین معیار پر

باقی صفحہ نمبر ۳۶ پر ملاحظہ فرمائیں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کی روشنی میں

تربیتِ اولاد

حضرت شیخ محمد احمد مظہرؒ

تربیتِ اولاد سے محض یہ مراد نہیں کہ اولاد کو دنیوی جاہ و منصب کے حصول کے لیے تیار کیا جائے، بلکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں دینی اخلاق و آداب کا شروع سے ہی سکھانا مراد ہے اور اس میں دینی تعلیم کا کما حقہٗ آگاہ کرنا، آدبِ معیشت، آدابِ محفل، نماز روزہ کی پابندی آدابِ گفتگو، آدابِ معاشرہ، قانون کی تعظیم و تکریم، دیانت داری، فرائضِ منصبی کی ادائیگی، محنت کشی، لوگوں کو نفع پہنچانا اور ان سے حسنِ معاملہ کرنا۔ یہ باتیں تربیت اولاد میں شامل ہیں اور خود بخود یہ باتیں پیدا نہیں ہو سکتیں بلکہ پوری محنت اور کوشش چاہتی ہیں اور ان امور کی ذمہ داری والدین رشتہ داروں، دوستوں اور استادوں پر عائد ہوتی ہے۔

اس مضمون کی اہمیت واضح ہے۔ موجودہ زمانے میں مغربی فلسفہ اور الحاد زوروں پر ہے جس کا اثر نوجوانوں پر پڑ رہا ہے اور وہ قرآن و حدیث کی تعلیم سے بیگانہ اور دینی معاشرے کی ضروریات سے بے خبر ہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ۔

اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اور فن و ہنر میں ممتاز اشخاص بھی دین کے معمولی مسائل سے بے خبر پائے جاتے ہیں اور تربیت نہ ہونے کی وجہ سے اور دینی تعلیمات سے ناواقفی کی وجہ سے وہ مغرب زدہ ہو چکے ہیں جو تعلیم سکولوں اور کالجوں میں دی جاتی ہے اس میں اکثر اس بات کو مدِّنظر نہیں رکھا جاتا کہ دینی تعلیم کیا ہے اور ہمارے نوجوانوں سے ملک و ملّت کو کیا توقعات ہیں۔ ان امور کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ تربیت اولاد کے فلسفہ کو دینی نقطۂ نظر سے سمجھا جائے اور اپنی اولادوں کو اس کے مطابق ڈھالا جائے۔ ان امور سے غفلت اور لاپرواہی کے بعض خطرناک اور ناگوار نتائج ہمارے سامنے ہیں:-

◎ بعض اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ دینی تعلیم سے بے خبر ہوتے ہیں یا دین کو ایک قصۂ ماضی سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ یہ بر خود غلط لوگ اس بات کو ضروری نہیں سمجھتے کہ جہاں انہوں نے ایک عمر مغربی فلسفہ اور مغربی تعلیم حاصل کرنے میں صرف کی ہے، کبھی قرآن و حدیث کی طرف توجہ کریں۔ جہاں تک دینی تعلیمات کا تعلق ہے یہ تختی صاف اور کاغذ کورا ہوتا ہے اور ہر غلط نقش کو قبول کرنے کے لیے مستعد۔

◎ ایسے واقعات بھی ہمارے سامنے ہیں کہ اعلیٰ تعلیم کے باوجود ناگفتنی امور میں ملوث ہو جانا اور پھر خودکشی تک اختیار کرنا ان لوگوں کے نزدیک جائز ہوتا ہے۔

◎ بعض اعلیٰ تعلیم یافتہ والدین اور اساتذہ کے حقوق سے محض بیگانہ ہوتے ہیں۔

◎ بعض گھرانوں میں اولاد وبال بن جاتی ہے۔ اور باپ بیٹے کو عاق کرنے کا اشتہار دیتا ہے۔

◎ بعض اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص میں دیانت داری اور فرضِ منصبی کی ادائیگی کا فقدان ہوتا ہے۔

◎ مروجہ تعلیم میں اس بات کو کم مدِّنظر رکھا جاتا ہے کہ دینِ حق کے اصولوں پر مبنی معاشرے کے اندر انفرادی ترقی مقصود بالذات نہیں بلکہ ہر فرد پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ملک و ملّت اور معاشرے کے لیے ایک ایثار پیشہ اور مفید وجود ثابت ہو یعنی قرآنی تعلیم اجتماعی زندگی اور اجتماعی ترقی پر زور دیتی ہے اور قرآن کی تمام تعلیمات اس منزل کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تربیتِ اولاد کے متعلق واضح اور روشن ہدایات ہمیں عطا فرمائی ہیں اور حضور کا اپنا نمونہ اور عمل اس بارے میں ہمارے لیے مشعلِ ہدایت اور شحنۂ راہ ہے اور حضور کے کلمات اور ملفوظات کا کچھ حصّہ زیرِ نظر مضمون میں بیان کیا جا رہا ہے۔

ہمارے دین کی تعلیم کے مطابق بچے کے پیدا ہونے ہی اس کی تربیت کا آغاز ہو جاتا ہے اور نوزائیدہ بچے کے کان میں توحید و رسالت کی آواز پہنچائی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات برس کے بچے کو نماز پڑھنے کی تاکید اور دس برس کے بچے کے لیے اس کی فرضیت کی تعلیم دی ہے۔

اولاد کے قرۃ العین ہونے کے لیے دعا اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائی ہے۔ اور اولاد کا قرۃ العین ہونا اس کے پابند نماز ہونے کو چاہتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو قرۃ العین فرمایا ہے۔ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔ لیکن کہاں ہے یہ معاشرہ اور کہاں ہیں ہم سے یہ معاشرہ، یہ بات غور و فکر کے قابل ہے۔ اولاد اگر پابندِ نماز ہو تو گھرانہ اس دنیا میں ایک جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

طفولیت کے زمانہ سے ہی تربیتِ اولاد تاکید فرمائی ہے۔ فرمایا:

"دینی علوم کی تحصیل کے لیے طفولیت کا زمانہ بہت ہی مناسب اور موزوں ہے جب ڈاڑھی نکل آئی تب ضَرَبَ یَضْرِبُ یاد کرنے بیٹھے تو کیا خاک ہوگا۔ طفولیت کا حافظہ تیز ہوتا ہے۔ انسانی عمر کے کسی دوسرے حصّے میں ایسا حافظہ کبھی نہیں ہوتا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ طفولیت کی بعض باتیں تو اب تک یاد ہیں لیکن پندرہ برس پہلے کی اکثر باتیں یاد نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی عمر میں علم کے نقوش ایسے طور پر اپنی جگہ کر لیتے ہیں اور قویٰ کے نشوونما کی عمر ہونے کے باعث ایسے دلنشیں ہو جاتے ہیں کہ پھر ضائع نہیں ہوسکتے"

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

نیز فرمایا:

"تعلیمی طریق میں اس امر کا لحاظ اور خاص توجہ چاہیے کہ دینی تعلیم ابتداء سے ہی ہو اور میری ابتداء سے ہی خواہش رہی ہے اور اب بھی ہے' اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے دیکھو تمہاری ہمسایہ قوموں یعنی آریوں نے کس قدر حیثیت تعلیم کے لیے بنائی تھی۔ کئی لاکھ سے زیادہ روپیہ جمع کر لیا۔ کالج کی عالیشان عمارت اور سامان بھی پیدا کیا۔ اگر.... پورے طور پر اپنے بچوں کی طرف توجہ نہ کریں گے تو میری بات سُن رکھیں کہ ایک وقت ان کے ہاتھ سے بچے بھی جاتے رہیں گے"

حضورؑ بچپن میں ہی اپنی اولاد کو بڑوں کا ادب لحاظ سکھاتے تھے ایک مرتبہ بچپن کے زمانہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنے ساتھ والے لڑکے سے کہا "دیکھو وہ نظام دین کا مکان ہے"۔ اس پر حضور نے نصیحت فرمائی اور ٹوک دیا۔ فرمایا:

"میاں آخر وہ تمہارا چچا ہے، اس طرح نام نہیں لیا کرتے"

ایک مرتبہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب سے بچپن میں قرآن شریف کی کوئی بے حرمتی ہوگئی۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہوگیا اور آپؑ نے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے شانہ پر طمانچہ مارا۔ گویا حضورؑ نے بچپن سے ہی اخلاق کی نگہداشت لازمی قرار دی ہے

بعض والدین نہایت سخت گیر ہوتے ہیں اور بچے کو مارنا پیٹنا ان کا معمول ہوجاتا ہے۔ اس کے برعکس بعض والدین بچے کے ساتھ اتنا لاڈ پیار کرتے ہیں کہ بچے بگڑ جاتے ہیں۔ صحیح راستہ ان دونوں کے درمیان ہے امر اوّل کے متعلق حضور کا ایک واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔

ایک مرتبہ ایک دوست نے اپنے بچے کو مارا۔ حضور نے اسے بلایا اور ایک بڑی درد انگیز تقریر فرمائی۔ فرمایا میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے۔ گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے تو اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور جرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خود دار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو سے نہ دینے والا اور پورا متحمل اور بُردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اسے البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقتِ مناسب پر کسی حد تک بچے کو سزا دے یا چشم نمائی کرے مگر مغضوب الغضب اور سُبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔ جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لیے سوز دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کرلیں اس لیے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔ میں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگتا ہوں

اوّل: اپنے نفس کے لیے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق دے

دوم: پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لیے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ العین (اولاد) عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔

سوم: پھر اپنے بچوں کے لیے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خادم بنیں۔

چہارم: پھر اپنے مخلص دوستوں کے لیے نام بنام۔

پنجم: پھر ان سب کے لیے جو اس سلسلے سے وابستہ ہیں خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔

حضور بچوں پر سخت گیر نہ تھے اور کبھی کبھی اپنے بچوں کو پیار سے چھیڑا بھی کرتے تھے اور وہ اس طرح سے کہ کبھی کسی بچے کا پہنچہ پکڑ لیا اور کوئی بات نہ کی خاموش ہو رہے۔ یا بچہ لیٹا ہوا ہے تو اس کا پاؤں پکڑ کر اس کے تلوے سہلانے لگے۔ بچوں کی غلطی پر حضور متوکلاً علی اللہ عفو و درگذر سے کام لیتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جبکہ ان کی عمر چار برس کی تھی بہت سے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور اسی اثناء میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نہایت ضروری مسوّدے کو دیاسلائی دکھادی اور مسودہ جل کر راکھ ہوگیا۔ حضور مضمون لکھ رہے تھے اور جب سیاقِ عبارت کے لیے ضرورت پڑی تو مضمون کی تلاش ہوئی اور سب لوگ حیران اور فکرمند تھے کہ اب کیا ہوگا۔ اور ایک نہایت ناگوار نظارے کا پیش آنا گھر والوں کو متوقع تھا۔ لیکن جب حضور کو معلوم ہوا کہ مسودہ جل چکا ہے تو حضور نے مسکرا کر فرمایا:

"خُوب ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہوگی اور اب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے"۔

مندرجہ بالا واقعہ جس قدر سبق آموز اور تربیتِ اولاد کے اصولوں میں سے ایک اصول کو واضح کرنے والا ہے۔ وہ ظاہر و باہر ہے۔

اسی طرح یہ بھی واقعہ ہے کہ حضور تنہائی میں کوئی کتاب لکھ رہے ہیں اور اپنی عادت کے مطابق حضور نے دروازہ بند کیا ہوا ہے اور کسی بچے نے دستک دی "ابا لوا کھول"۔ حضور نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا اور بچے بعد دیگرے دو دو چار چار منٹ کے بعد اسی طرح بچے کا دستک دینا اور حضور کا دروازے کو کھول دینا اور اطمینان اور بشاشت سے یہ باتیں برداشت کرنا اور کوئی زجر و توبیخ نہ کرنا والدین کے لیے ایک اسوۂ حسنہ ہے۔ اسی طرح بچوں پر حضور کا تلطّف اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ حضور چارپائی پر بیٹھے ہیں

اور بچوں نے رفتہ رفتہ حضور کو پائنتی پر بٹھا دیا ہے اور اپنے بچپنے کی بولی میں مینڈک، کوّے اور چڑیا کی کہانی سُنا رہے ہیں اور حضور بڑی خوشی سے یہ کہانیاں سنتے جا رہے ہیں بچہ بعض اوقات ضد میں آجاتا ہے۔ بال ہٹ ضرب المثل ہے۔ ایسے موقعہ پر بعض والدین بچے کو مار پیٹ کر درست کرنا چاہتے ہیں اور اگر رو رہا ہے تو اسے زبردستی چُپ کرانا چاہتے ہیں۔ بعض مائیں ایسے وقت بچے کو بے تحاشہ مار پیٹ کرنے لگتی ہیں اور سیر ہو کر ان پر غصّہ نکالتی ہیں۔ یہ عدم تحمل اور بے صبری کا نتیجہ ہوتا ہے حضور کا نمونہ ایسے موقعہ پر ہمارے سامنے ہے۔

لدھیانہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مصلح موعود کوئی تین برس کے تھے اور آدھی رات کے وقت رونے لگے اور روتے چلے گئے۔ حضور بچے کو گود میں لیے بہلاتے رہے اور بچہ ہے کہ چپ ہونے میں نہیں آتا بچے کی توجہ کو پھیرنے کے لیے حضور نے فرمایا "دیکھو محمود وہ کیسا تارا ہے"۔ بچہ ذرا چپ ہوا اور پھر رونے اور چلانے لگا اور کہنا شروع کیا کہ "ابا تارے جانا" اور حضور اپنے آپ سے فرما رہے تھے "یہ اچھا ہوا، ہم نے تو ایک راہ نکالی تھی اس نے اس میں سے بھی اپنی ضد کی راہ نکال لی۔" آخر بچہ تھک کر خاموش ہو گیا لیکن اس تمام عرصہ میں ایک لفظ بھی سختی اور شکایت کا حضور کے منہ سے نہیں نکلا۔

حضور بچوں کو سزا دینے کے سخت مخالف تھے۔ کسی استاد کے متعلق یہ شکایت پہنچی کہ وہ بچوں کو مارتا ہے تو حضور اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ جو استاد بچوں کو مار کر تعلیم دینا چاہتا ہے یہ دراصل اس کی اپنی نالائقی ہوتی ہے اور فرماتے تھے کہ دانا اور عقلمند استاد جو کام حکمت سے لے لیتا ہے وہ کام نالائق استاد مارنے سے لینا چاہتا ہے

ایک دفعہ ایک استاد نے ایک بچے کو کچھ سزا دی تو حضور نے سختی سے فرمایا کہ اگر پھر ایسا ہوا تو ہم اس استاد کو مدرسہ سے الگ کر دیں گے حالانکہ وہ استاد بڑا مخلص تھا اور حضور کو بھی اس سے بڑی محبت تھی۔ حضور فرماتے تھے کہ استاد عموماً اپنے غصہ کے اظہار کے لیے مارتے ہیں اور فرماتے جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کے لیے نہ ہو کہ وہ دیندار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے یہ خواہش فضول اور معصیت ہے اور باقیات صالحات کی بجائے باقیات سیئات کا نام ایسی اولاد کے لیے جائز ہوگا اور نیز حضور نے فرمایا ہے کہ صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی کو متقیانہ بنا دے۔ تب اس کی ایسی خواہش ایک نتیجہ خیز خواہش ہوگی اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہوگی کہ اس کو الباقیات الصالحات کا مصداق کہیں۔ لیکن اگر یہ خواہش صرف اس لیے ہو کہ ہمارا نام باقی رہے اور وہ ہمارے املاک و اسباب کی وارث ہو یا وہ بڑی نامور اور مشہور ہو اس قسم کی خواہش میرے نزدیک شرک ہے۔

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۷۰)

فرمایا مجھے اپنی اولاد کے متعلق کبھی خواہش نہیں ہوئی کہ وہ بڑے بڑے دنیادار بنیں اور اعلیٰ عہدوں پر پہنچ کر مامور ہوں۔ نیز فرمایا جو اولاد معصیت اور فسق کی زندگی بسر کرنے والی ہو اس کی نسبت شیخ سعدی کا یہ قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ پیش از پدر مردہ بہ ناخلف

فرمایا قرآن شریف نے بیان فرمایا ہے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا

یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما دے اور یہ تب میسر آسکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر کرنے والے نہ ہوں بلکہ عباد الرحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شئے پر مقدم کرنے والے ہوں۔

اور آگے کھول کر کہہ دیا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا اور اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام بھی ہوگا۔ اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دعا ہے۔ فرمایا:

"بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اولاد کے لیے کوئی مال چھوڑنا چاہیئے۔ مجھے حیرت ہے کہ مال چھوڑنے کا تو ان کو خیال آتا ہے مگر یہ خیال ان کو نہیں آتا کہ اولاد صالح ہو، طالح نہ ہو۔"

فرمایا:

"بعض اوقات ایسے لوگ اولاد کے لیے مال جمع کرتے ہیں اور اولاد کی صلاحیت کی فکر اور پروا نہیں کرتے وہ اپنی زندگی میں اولاد کے ہاتھ سے نالاں ہوتے ہیں اور اس کی بداطواریوں سے مشکلات میں پڑ جاتے ہیں۔ اور وہ مال جو انہوں نے خدا جانے کن کن حیلوں اور طریقوں سے جمع کیا تھا آخر بدکاری اور شراب خوری میں صرف ہوتا ہے اور وہ اولاد ایسے ماں باپ کے لیے شرارت اور بدمعاشی کی وارث ہوتی ہے۔"

فرمایا:

"اولاد کا ابتلاء بھی بہت بڑا ابتلاء ہے۔ اگر اولاد صالح ہو تو پھر کس بات کی پرواہ ہو سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ — یعنی اللہ تعالیٰ آپ صالحین کا متولی اور متکفل ہوتا ہے اور اگر (اولاد) بدبخت ہے تو خواہ لاکھوں روپیہ اس کے لیے چھوڑ جاؤ وہ بدکاریوں میں تباہ کر کے پھر قلاش ہو جائے گی اور ان مصائب اور مشکلات میں پڑے گی جو اس کے لیے لازمی ہیں۔"

فرمایا:

"حضرت داؤد علیہ السلام کا قول ہے "میں بچہ تھا، جوان ہوا، اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میں نے متقی کو کبھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا کہ اسے رزق کی مار ہو، نہ اس کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے دیکھا۔" اللہ تعالیٰ تو کئی پشت تک رعایت کرتا ہے۔ پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لیے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لیے سعی اور دعا کرو۔ جس قدر

کوشش تم ان کے لیے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو۔"

حضور نے ۱۹۰۵ء میں ہائی سکول قادیان جاری فرمایا اور فرمایا :

"ہماری غرض مدرسے کے اجراء سے محض یہ ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کیا جائے۔ مروجہ تعلیم کو اس لیے ساتھ رکھا ہے کہ علوم خادم دین ہوں۔ ہماری غرض یہ نہیں کہ ایف اے یا بی اے پاس کرکے دنیا کی تلاش میں مارے مارے پھریں ہمارے پیش نظر تو یہ امر ہے کہ ایسے لوگ خدمت دین کے لیے زندگی بسر کریں اور اس لیے مدرسے کو ضروری سمجھتا ہوں کہ شائد دینی خدمت کے لیے کام آسکے۔ اسی رعایت سے حضور نے مدرسہ کا نام تعلیم الاسلام رکھا تاکہ یہ نصب العین ہمیشہ اساتذہ اور طلباء کے سامنے رہے۔"

(الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۵ء)

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی وفات پر فرمایا :

"ہم نے تو اپنی اولاد وغیرہ کا پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ یہ سب خدا تعالیٰ کا مال ہے اور ہمارا اس میں کوئی تعلق نہیں اور ہم بھی خدا تعالیٰ کا مال ہیں۔ جنہوں نے پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوتا ہے ان کو غم نہیں ہوا کرتا۔"

(الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۷ء)

نیز اس موقعہ پر یہ بھی فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ کہ جب متقی کو خدا تعالیٰ کی معیت حاصل ہے تو پھر اسے کس بات کا غم و اندوہ ہوسکتا ہے۔ فرمایا :

"اولاد کو مہمان سمجھنا چاہیئے۔ اس کی خاطر داری کرنی چاہیئے اور اس کی دلجوئی کرنی چاہیئے مگر خدا تعالیٰ پر کسی کو مقدم نہیں کرنا چاہیئے۔ اولاد کیا بنا سکتی ہے خدا تعالیٰ کی رضا ضروری ہے۔"

رشتہ داروں میں باہمی محبت اور سلوک کے متعلق ایک روایت بڑی رقت انگیز ہے۔ ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ غریب آدمی تھا اور اس کا بیٹا تحصیلدار تھا۔ بیٹا بھی حضور کی خدمت میں حاضر تھا۔ باپ نے حضور سے عرض کیا کہ میں تنگ حال رہتا ہوں اور میرا بیٹا میری خبر گیری نہیں کرتا۔ حضور نے اس وقت قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا۔ فرمایا کہ اگر باپ قابل امداد ہو تو اور نہیں تو بیٹا اس کی امداد اسے مسکین سمجھ کر ہی کرے۔ اسی طرح اگر بیٹا قابل امداد ہو تو باپ اسے یتیم سمجھ کر ہی اس کی مدد کرے۔ شوہر اگر بیوی سے نیک سلوک نہیں کرتا تو بیوی اسیر کے حکم میں شامل ہے، اسے اسیر سمجھ کر ہی اس کی مدد کرے۔ حضور کی اس تقریر کا اس تحصیلدار پر ایسا اثر ہوا کہ حضور کے سامنے اس نے عہد کیا کہ وہ اپنی تنخواہ آئندہ اپنے باپ کے ہاتھ میں دے دیا کرے گا اس میں سے باپ جس قدر چاہے اس کے خرچ کے لیے دے۔ اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شخص اپنے عہد کے مطابق عمل کرتا رہا۔ اس سے ظاہر ہے کہ "گوش زدہ اثرے دارد" اور نصیحت اکثر کارگر ہوتی ہے۔ یہ روایت کئی لحاظ سے سبق آموز اور قابل توجہ ہے۔

اپنی وفات سے دس روز پیشتر ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو جو نصیحت حضور نے فرمائی وہ ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ فرمایا :

"حدیث ہے کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ میں پہلے مردوں کا ذکر کرتا ہوں کہ قبل اس کے جو اسلام کی حقیقت معلوم ہو اور اس کی خوبیاں معلوم ہوں پہلے ان علوم (دنیاوی علوم) کی طرف مشغول ہوجانا سخت خطرناک ہے۔ چھوٹے بچوں کو جب دین سے بالکل آگاہ نہ کیا جائے اور صرف مدرسے کی تعلیم دی جائے تو ایسی باتیں ان کے بدن میں شیر مادر کی طرح رچ جائیں گی۔ پھر سوائے اس کے اور کیا ہے کہ وہ اسلام سے پھر جائیں۔ عیسائی تو بہت کم ہوں کیونکہ تثلیث و کفارہ اور ایک انسان کو خدا ماننے کا عقیدہ ہی کچھ ایسا لغو ہے کہ اسے کوئی عقیل و فہیم قبول نہیں کرسکتا۔ البتہ دہریہ ہوجائے گا۔ بہت خطرہ ہے۔ پس ضرور ہے کہ پہلے روز ساتھ ساتھ روحانی فلسفہ پڑھایا جائے۔ جب آج کل کی تعلیم نے مردوں پر مذہب کے لحاظ سے اچھا اثر نہیں کیا تو پھر عورتوں پر کیا توقع ہے۔ ہم تعلیم نسواں کے مخالف نہیں ہیں بلکہ ہم نے تو ایک سکول بھی کھول رکھا ہے۔ مگر یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ پہلے دین کا قلعہ محفوظ کیا جائے تاکہ بیرونی تاثرات سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو سواء السبیل توبہ، تقویٰ و طہارت کی توفیق دے۔"

(بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء)

مندرجہ بالا حوالے کی روشنی میں دینی فلسفہ اور دین سے آگاہی حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں بدرجۂ کمال درج ہے اور چاہیئے کہ سکول اور کالج کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حضور کی کتابوں کا مطالعہ جاری رکھا جائے اور والدین اس بات کی کڑی نگرانی رکھیں کہ ان کا بچہ علاوہ اپنے مقررہ تعلیمی نصاب کے روز مرہ حضرت مسیح موعودؑ کی کسی کتاب کا مطالعہ بھی کرتا رہے۔ ان کتابوں میں علم و حکمت کے دریا بہتے ہیں اور ان کا مطالعہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا جلوہ گاہ ہے۔

خاکسار کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ جن طالب علموں نے اپنے سکول اور کالج کی تعلیم کے زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ بھی کیا وہ دنیوی لحاظ سے بھی اعلیٰ مدارج پر پہنچے اور دینی لحاظ سے بھی مغربی فلسفیوں کی زد سے الحاد واشتراکیت اور اور دہریت کے اثرات سے محفوظ رہے اور ان کی زندگی نُوْرٌ عَلٰی نُوْر بنی ہے

اے کہ خواندی حکمت یونانیاں ۔ حکمت ایمانیاں را ہم بخواں

(الفضل یکم صلح ۱۳۸۴ھ بحوالہ مضامین مظہر صفحہ ۲۲ تا ۳۲)

مقالہ خصوصی
م - ا - د

نفاذِ اسلام کے چالیس سالہ اقدامات اور ان کا انجام

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ قیام پاکستان کے معاً بعد قائدِ اعظم نے نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اعلان فرمایا تھا کہ اس نئی مملکت میں جملہ شہریوں کے مذہبی عقائد اور اُن کے مطابق اُن کے مخصوص طرزِ عمل سے کاروبارِ مملکت کا کوئی تعلق نہ ہوگا کیونکہ عقیدے کا تعلق ہر شخص کی اپنی ذات سے ہوتا ہے، اس میں دوسروں یا حکومت کی دخل اندازی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (حوالہ کے لئے دیکھیں دستور ساز اسمبلی سے قائدِ اعظم کا خطاب بتاریخ ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء)

قائدِ اعظم کی وفات کے بعد برسرِ اقتدار آنے والے ان کے جانشینوں نے اپنے قائد کے بنیادی اہمیت کے حامل اس اعلان کو عمداً نسیاً منسیا کر دینے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھا۔ قائدِ اعظم کے نقشِ قدم پر چلنے کی بجائے انہوں نے اپنے اقتدار کو طول دینے کی خاطر مذہب کے خود ساختہ اجارہ دار مولویوں کے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ نتائج و عواقب سے بے پرواہ ہو کر انہوں نے خود ان مولویوں سے نفاذِ اسلام کا مطالبہ کروایا اور پھر خود اس مطالبہ کو زیادہ سے زیادہ ہوا دینے کی کھلی اجازت دی۔ قائدِ اعظم کے یہ جانشین ذاتی مفادات کو قومی مفادات پر ترجیح دینے کی وجہ سے ایک دفعہ غلط راہ پر پڑنے کے بعد اُس پر اندھا دھند آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے۔ سیاست کو اوڑھنا بچھونا بنانے والے مولویوں کے ایک مخصوص گروہ نے اس صورت حال سے خوب فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے ہیجان انگیز جذباتی نعروں کے ذریعہ مسلسل اپنا دباؤ بڑھا کر ان کے لئے واپسی کی کوئی راہ باقی نہ رہنے دی۔

نفاذِ اسلام کے ضمن میں ابتدائی قدم کے طور پر مارچ ۱۹۴۹ء میں مجلس دستور ساز سے "قرار دادِ مقاصد" پاس کرائی گئی۔ مولانا مودودی نے اس قرار داد کو ریاست کے کلمہ پڑھنے سے تعبیر کیا۔ پھر مولویوں کے درجہ بدرجہ بڑھتے ہوئے دباؤ کے تحت یکے بعد دیگرے ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء میں پاس کئے جانے والے دساتیر میں ہر بار اضافے کے ساتھ اسلامی دفعات شامل کی جاتی رہیں۔ بالآخر جنرل ضیاء الحق نے ۵ جولائی ۱۹۷۷ء میں مکمل نفاذِ اسلام کے وعدے کی آڑ لے کر اقتدار پر قبضہ جمایا۔ فوجی آمر نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے آہستہ آہستہ یعنی وقفہ وقفہ سے یکے بعد دیگرے اسلام کے نام پر مولویوں کے بعض من پسند تعزیری اور دوسرے قوانین نافذ کر کے، انہیں نئے قائم کردہ بعض بڑے بڑے اسلامی عہدوں پر فائز کر کے، حجروں سے انہیں فائیو سٹار ہوٹلوں کے پُر آسائش ماحول میں پہنچا کے، ان پر مغربی ملکوں کے ہوائی سفروں کے دروازے کھول کے اور زکوٰۃ فنڈ میں سے ان کے لئے کروڑوں کی رقم مختص کر کے انہیں مالی فائدے پہنچانے اور جدید آسائشوں کا چسکا ڈالنے کا نادر سلسلہ شروع کیا۔ ان نئے فوجی حکمرانوں نے مستقل طور پر حکمران رہنے کے اصل عزائم پر پردہ ڈالنے کی غرض سے جاری کئے جانے والے نفاذِ اسلام کے اس انوکھے سلسلہ کا نہ صرف ملک کے اندر بلکہ ملک سے باہر بھی خوب ڈھنڈورا پیٹا اور تاثر یہ دیا کہ اسلام کا عادلانہ نظام عملاً اپنا کر پاکستان اس قابل ہو جائے گا کہ دنیا کے سامنے اسلامی معاشرے کا ایک نہایت دلکش نمونہ پیش کر سکے گا۔

اب یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں بلکہ ہر کسی پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ نفاذِ اسلام کی ان تمام تر نمائشی کوششوں سے فساد زدہ معاشرے کو سدھارنے میں قطعاً کوئی مدد نہیں مل سکی۔ بلکہ بگاڑ بڑھتا اور پھیلتا ہی چلا گیا حتیٰ کہ اب معاشرتی فساد ہولناک شکل اختیار کر کے اہل فکر کے لئے انتہائی تشویش کا موجب بنا ہوا ہے۔ اس پریشان کن صورتِ حال پر اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے روزنامہ "جنگ" کے نامور کالم نویس جناب ارشاد احمد حقانی نے نومبر ۱۹۹۲ء میں ایک دردانگیز کالم سپردِ قلم کیا، عنوان تھا "ہماری اسلامائزیشن کیوں نتیجہ خیز نہ ہو سکی؟" انہوں نے نام نہاد اسلامائزیشن کے یکسر اُلٹے اور متضاد اثرات رونما ہونے کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا۔

"مارچ ۱۹۴۹ء سے وسط ۱۹۹۱ء تک کے عرصہ میں ہمارے دینی اور مذہبی حلقے اسلامی دفعات کے حوالہ سے "ھل من مزید" کا نعرہ لگاتے رہے ہیں اور اسلامی دفعات کی تنفیذ کے حوالہ سے بال کی کھال اتارنے کی کوشش میں مصروف رہے ہیں لیکن معاشرہ آج بھی وہیں ہے جہاں حصولِ آزادی کے وقت تھا بلکہ اکثر و بیشتر مبصرین کی رائے میں اُس حالت سے بہت گیا گزرا ہو چکا ہے، تو چالیس سال پر پھیلی ہوئی اسلامائزیشن کا نتیجہ (نقد ریزلٹ) کیا نکلا۔ معاشرہ پہلے سے زیادہ غیر اخلاقی، غیر منصفانہ، بے رحم، غیر ہموار، جرائم پیشہ اور ظالمانہ ہو چکا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آج پاکستانی معاشرہ ۴۵ سال

پہلے کے مقابلہ میں حقیقتاً زیادہ غیر اسلامی بن چکا ہے۔ اس کی وجوہات تو بہت سی ہیں لیکن بنیادی وجہ یہ ہے کہ نظام اسلام کا مطالبہ کرنے والوں کا تصورِ اسلام اور سماجی شعور ناقص، یکطرفہ، غیر متوازن، غیر حقیقت پسندانہ اور غیر معروضی تھا۔ اب بھی کہا اور سمجھا جارہا ہے کہ ایک اور فلاں قانون بن جائے تو معاشرہ اسلامی ہو جائے گا۔ یہ سطح بینی، بے بصیرتی، نادانی، بے شعوری اور خود فریبی کی انتہا ہے۔" (روزنامہ جنگ لندن ۱۱ر نومبر ۱۹۹۲ء)

یہ بات خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ اپنے اس کالم میں جناب ارشاد احمد حقانی نے اسلامائزیشن کے چالیس سالہ اقدامات کے یکسر اُلٹے نتائج رونما ہونے کی بنیادی وجہ یہ بیان کی کہ نفاذِ اسلام کا مطالبہ کرنے والے دینی اور مذہبی حلقوں کا تصورِ اسلام اور سماجی شعور ناقص، یکطرفہ، غیر متوازن، غیر حقیقت پسندانہ اور غیر معروضی تھا اور اب بھی ہے۔ جب علماء کرام کی علمیت اور فہم و فراست کا یہ عالم ہو تو ان کے پیچھے چلنے اور اسلام کی بجائے ان کی منشاء کے مطابق قانون سازی کرنے کا کیوں الٹا نتیجہ نہ نکلتا۔

اگر دیکھا جائے تو علماءِ دین کے تصورِ اسلام کا ناقص ہونا بہت بڑی خرابی پر دلالت کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آپؐ کی اُمّت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کے مرتبہ و مقام کے حامل ہوں گے۔ چنانچہ آپؐ کے اس ارشاد کے عین مطابق خیر امت میں نسلاً بعد نسلٍ ایسے ہی عالی مرتبت اور اعلیٰ پایہ کے علماء پیدا ہوتے چلے گئے۔ انہوں نے بعد کی صدیوں میں دینِ حنیف کا جھنڈا بلند رکھنے میں عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ ہی یہ بھی خبر دی تھی کہ آخری زمانہ میں آپؐ کی اُمّت کے علماء رفتہ رفتہ اس حد تک گر جائیں گے کہ وہ شرٌّ مَن تحت ادیم السماء کے مصداق بن جائیں گے نیز یہ کہ فتنے اُنہیں میں سے نکلیں گے اور اُنہی کی طرف واپس لوٹ جائیں گے۔ موجودہ زمانہ میں ایسے علماء کا پیدا ہونا جن کا تصورِ اسلام اور سماجی شعور ناقص، غیر متوازن اور غیر حقیقت پسندانہ ہے اس امر پر دال ہے کہ یہ زمانہ وہی آخری زمانہ ہے جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ پاکستان کی یکے بعد دیگرے مختلف حکومتوں کا ایسے علماء کے اشاروں پر چلنا اور ان کے من پسند قوانین نافذ کرنا کبھی نتائج خیر پر منتج نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن افسوس! پاکستان میں ایسا ہی ہوا اور ہنوز یہی کچھ ہو رہا ہے۔ قائدِ اعظم موجودہ زمانہ کے علماء کے مبلغ علم، ان کی انتہائی محدود سمجھ بوجھ اور منفی سوچ سے اچھی طرح واقف تھے۔ اسی لئے تو انہوں نے کاروبارِ مملکت میں علماء کی دخل اندازی سے یہ کہہ کر منع فرمایا تھا کہ کسی کا مذہب اور عقیدہ کیا ہے، اس کا کاروبارِ مملکت ۔۔۔ کوئی تعلق نہ ہوگا۔ تمام حکومتی فیصلے اسلامی عدل و مساوات پر مبنی ہوتے ہوئے معروضی حالات کی روشنی میں کئے جائیں گے جن کی رو سے بلا استثنا تمام شہریوں کے حقوق یکساں ہوں گے اور ان میں کوئی تفریق روا نہ رکھی جائے گی۔

اپنے مذکورہ بالا کالم (بعنوان "ہماری اسلامائزیشن کیوں نتیجہ خیز نہیں ہو سکی") کے چھ ماہ بعد جناب ارشاد احمد حقانی نے اب دو اقساط پر مشتمل ایک اور کالم سپردِ قلم کیا ہے۔ اس نئے کالم کا عنوان ہے "پاکستان میں اسلامی معاشرہ کیوں وجود میں نہ آسکا؟" ان کا یہ کالم اکثر و بیشتر ان کے ہمدم دیرینہ جناب سعید ملک (جن کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے) کی کتاب "پاکستان کا مستقبل" کے اقتباسات پر مشتمل ہے۔ مصنف موصوف نے پاکستان میں اسلامی معاشرہ کے وجود میں نہ آسکنے کی بنیادی وجہ اس امر کو قرار دیا ہے کہ زبانی دعوے کی حد تک تو ہم سب پاکستانی بحمد اللہ مسلمان ہیں لیکن فی الاصل ایمان ہمارے درمیان میں سے اٹھ چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نفاذِ اسلام کا مطالبہ تو سب ہی بہت بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں لیکن اسلام کے کسی ایک حکم پر بھی عمل کرنے کے لئے ہم میں سے کوئی تیار نہیں ہے۔ جب قول و فعل میں تضاد کا یہ عالم ہو تو پھر اسلام کا نفاذ عمل میں آئے تو کیسے آئے۔ اسی لئے تو پاکستان میں آج تک نہ اسلام کا نفاذ عمل میں آسکا ہے اور نہ اسلامی معاشرہ کے وجود میں آنے کا کوئی امکان ہے۔ مصنف موصوف نے پاکستان میں اسلامی معاشرہ وجود میں نہ آسکنے کی اصل اور بنیادی وجہ کا واشگاف الفاظ میں اظہار کر دیا ہے۔ ہم ذیل میں جناب ارشاد احمد حقانی کے اس تازہ کالم کے حوالہ سے کتاب مذکور کے بعض مختصر اقتباسات درج کرتے ہیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

- "اس میں تو شک نہیں کہ پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں کی عظیم اکثریت اسلام کو برپا کرنا چاہتی ہے لیکن اس چاہنے کی کیفیت یہ ہے کہ فکر و عمل کے دائروں میں اجتماعی حیثیت سے قوم کا اسلامی نظریات سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔"
- "اسلام کو برپا کرنے کا دعویٰ کرنے کے باوجود پاکستان میں حالت یہ ہے کہ فکر و اخلاق، سیرت و کردار اور طرزِ معاشرت تک کی حیثیت سے صرف یہ نہیں کہ ہم اسلام کو اپنا نہیں رہے بلکہ الٹا ہم اس کے مخالف سمت میں بڑھ رہے ہیں۔۔۔۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد ہم نے اسلام کی طرف قدم نہیں بڑھایا بلکہ ہم اس سے اور دور چلے گئے ہیں اور چلے جارہے ہیں۔"
- "یہ ایک عجیب مضحکہ خیز پوزیشن ہے کہ جب ہمارا کوئی عوامی اجتماع اسلام کے حق میں فلک شگاف نعرے لگا کر منتشر ہوتا ہے تو اس کا ایک ایک فرد ۔۔۔ الا ماشاء اللہ ۔۔۔ اپنی عملی زندگی میں ایک ایک قدم پر اسلام کی اخلاقی قدروں کو پامال کرتا ہے۔"
- "ساری انسانی تاریخ میں چشمِ فلک نے آج تک ایک بھی ایسا واقعہ نہیں دیکھا کہ کوئی گروہ یا طبقہ کسی ایسے نظام کو قائم کرنے میں کامیاب ہوا ہو جس پر وہ خود بہ صمیمِ قلب ایمان نہ رکھتا ہو اور جس کی خاطر اُس نے قربانیاں نہ پیش کی ہوں۔ یہ کام مجبوری اور دباؤ کے تحت انجام ہی نہیں پا سکتا بلکہ اس کے لئے پختہ ایمان و عقیدہ اور قلب و ذہن کی مکمل آمادگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کام کو وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اسے اپنا مقصدِ زندگی بنائیں اور اپنی تمام دوسری دلچسپیوں کو خیرباد کہہ کر اس کام کو اپنی جملہ توجہات کا مرکز قرار دیں۔" (مندرجہ بالا چاروں حوالوں کیلئے ملاحظہ ہو روزنامہ جنگ لندن ۴ر مئی ۱۹۹۳ء صد ۲)

جناب ارشاد احمد حقانی کے اس نئے کالم میں درج کئے گئے ان اقتباسات سے صاف عیاں ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں میں پختہ ایمان و عقیدہ کا فقدان ہے یعنی ایمان کے زبانی دعوے کے باوجود فی الاصل ایمان ان کے درمیان سے اٹھ چکا ہے اسی لئے وہ اسلام کے کسی ایک حکم پر بھی عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں بلکہ اس کی مخالف سمت میں دن بدن آگے ہی آگے بڑھتے جارہے ہیں۔ ایسی صورت میں جبکہ (بقول جناب ارشاد احمد حقانی) خود علماء کا تصورِ دین ناقص، غیر متوازن اور غیر حقیقت پسندانہ بن چکا ہو اور ان کے ساتھ ساتھ عوام بھی حقیقی ایمان سے عاری ہو چکے ہوں تو نفاذِ اسلام کی محض نمائشی مساعی کا نتیجہ خیز ہونا

کیسے ممکن ہوسکتا ہے اور اسلامی معاشرہ کیسے وجود میں آسکتا ہے۔ اندریں حالات اسلام کے نفاذ اور اسلامی معاشرہ کے __________ کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اسلام کی طرف منسوب ہونے والوں کو حقیقی ایمان سے ہمکنار کیا جائے تاکہ وہ محض عندالناس ہی نہیں بلکہ عنداللہ بھی مومن شمار ہوسکیں۔

اب رہا یہ سوال کہ خود مسلمانوں میں حقیقی ایمان کیسے بحال ہو تو اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُنہی احادیث مبارکہ میں موجود ہے جن میں آپؐ نے آخری زمانہ میں ایمان کے اٹھ جانے اور علماء کے بدترین مخلوق بن جانے کی خبر دی تھی۔ آپؐ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ اگر ایمان زمین سے اُٹھ کر ثریا پر چلا جائے گا تو ابنائے فارس میں سے ایک شخص یا بعض اشخاص اُسے ثریا سے زمین پر واپس لاکر اسے نوع انسانی کے دلوں میں جاگزیں کر دکھائیں گے۔ ظاہر ہے اس سے وہی مردِ خدا اور اس کے جانشین واتباع مراد ہیں جنہوں نے اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کا مصداق ہونا تھا۔ سو اس حدیث مبارک میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت مسیح موعودؑ کی طرف اشارہ فرما کر بتادیا کہ آخری زمانہ میں جب لوگ حقیقی ایمان سے عاری ہو جائیں گے تو خدا تعالیٰ اپنے اُس موعود بندۂ اخص کو مبعوث فرمائے گا جس کا کام ہی یحی الدین ویقیم الشریعہ ہوگا یعنی جو دین کو دوبارہ زندہ کر کے شریعت کے قیام کا راستہ ہموار کر دے گا۔

سو اس زمانہ میں جس میں کہ خود مسلمان دانشوروں کے اعتراف کے بموجب امت مسلمہ میں فساد و بگاڑ اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے اور اصلاح احوال کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی کیونکہ سیاسی اغراض کی خاطر کی جانے والی اصلاح احوال کی جملہ نمائشی کوششیں مسلسل رائیگاں ہوتی چلی جارہی ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ اس فساد و بگاڑ کو دور کرنے کے لئے جس بندۂ اخص کو خدا نے خاص اس غرض کے لئے مبعوث فرمایا ہے اُس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اُس کے اعیان وانصار میں شامل ہوا جائے۔ اُس کی مخالفت کر کے اس راہ میں از خود کامیابی اور سرخروئی کی امید رکھنا بہت بڑی نادانی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا ہے کہ وہ نہ صرف اہل پاکستان کو بلکہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو صحیح راہِ عمل اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ وہ دوبارہ حقیقی ایمان سے مالامال ہو کر تائید ونصرت الٰہی کے مورد بنیں اور دین اسلام کے حقیقی نفاذ کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو نہ صرف پاکستان میں بلکہ ساری دنیا میں بلند کرنے اور ہمیشہ بلند رکھنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوں۔ آمین۔

جرمنی کی قدیم اور آپ کی بااعتماد ٹریولنگ ایجنسی

Gulf Reise und Touristik GmbH

دنیا میں کہیں بھی بذریعہ ہوائی جہاز سفر کے خواہشمند خواتین وحضرات کے لئے سنہری موقع PIA ودیگر ایئرلائنوں کے نہایت

مناسب کرایہ کی ٹکٹوں کے لئے ہم سے رجوع کرنا نہ بھولئے اور ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیے

فرینکفرٹ، کراچی، فرینکفرٹ ________ DM 950,--

فرینکفرٹ، لاہور، کوئٹہ، فرینکفرٹ ________ DM 1.199,--

فرینکفرٹ، اسلام آباد، فرینکفرٹ ________ DM 1.230,--

فرینکفرٹ، بیکنگ، دوبئی، دہلی، فرینکفرٹ ________ DM 999,--

فرینکفرٹ، لندن، فرینکفرٹ ________ DM 265,--

جلسہ سالانہ انگلستان کے لئے خصوصی رعایت فرینکفرٹ، لندن، فرینکفرٹ DM 225,-- بکنگ جلد کروالیجئے کیونکہ سیٹیں محدود تعداد میں ہیں۔ اس کے علاوہ گلف گروپ کی انعامی سکیم میں بھی شامل ہوسکتے ہیں، جس میں جدہ، کراچی، نیویارک کی مفت ٹکٹ حاصل کیجئے۔ مزید تفصیلات کے لئے رابطہ قائم کریں

Gulf Reise und Touristik GmbH
Münchner Str. 8, 60599 Frankfurt Postfach 160316
Telefon (0 69) 23 00 88-9, 23 74 74, 25 24 88 Telex 416599 yaalld d
Fax (0 69) 23 25 96

چند ایمان افروز واقعات

محترمہ امتہ القیوم صاحبہ

○

عاجزہ کی بیٹی ڈاکٹر امتہ الرقیب فیصل آباد میں پڑھتی تھی۔ نیا داخلہ ہؤا ایک کمرہ میں احمدی بچّی کے ساتھ دو غیر از جماعت لڑکیاں آئیں۔ ایک لڑکی کے والدین اس کو ملنے آئے۔ انہوں نے پوچھا تمہارے کمرہ میں کون کون ہے؟ اُس نے بتایا کہ ایک احمدی لڑکی بھی ہے انہوں نے کہا ہم یہ ہرگز پسند نہیں کرتے کہ تم مرزائی لڑکی کیساتھ رہو۔ تم اپنا کمرہ بدلو۔ وہ لڑکی احمدی بچّی سے مانوس ہو چکی تھی۔ اور کمرہ چھوڑنا نہیں چاہتی تھی لیکن ماں باپ کے ڈر سے اُس نے رو رو کر وہ کمرہ بدل لیا۔ اور اس بات کا چرچہ سارے ہوسٹل میں ہؤا اور کچھ لوگوں کے لئے تمسخر کا ذریعہ بنا۔ رقیب نے بتایا کہ مجھے بڑا صدمہ ہؤا اور شرمندگی بھی تھی۔ مَیں رو رو کر دُعا کرتی رہی۔ خدا تعالیٰ جو اپنے پاک مسیح کے لئے بڑی غیرت رکھتا ہے اُس نے جلد ہی ایک ایسا عجیب نشان ظاہر کیا کہ حیرت ہوتی ہے جتنی دفعہ یاد کرو، سرور آتا ہے۔

ابھی دو تین دن اس واقعہ کو گزرے کہ ایک نئی لڑکی اور آئی۔ وہ بھی احمدی نہ تھی اُس نے آکر سارے ہوسٹل میں پوچھا کہ کس کمرہ میں کوئی مرزائی لڑکی ہے۔ مَیں نے اُس کمرہ میں رہنا ہے لڑکیوں نے پوچھا کیوں؟ اُس نے کہا میرے والدین نے مجھے نصیحت کی تھی۔ کہ جس کمرہ میں مرزائی لڑکی ہوگی۔ تم اُس کمرہ میں رہنا۔ جہاں وہ جائے گی وہاں جانا۔ جو وہ کرے گی وہی کرنا۔ اگر کچھ کرنا ہؤا تو اُس کے مشورہ سے کرنا۔ کیونکہ احمدی لوگ اپنے بچّوں کی تربیت کرتے ہیں۔ تم ایسے ماحول میں جا رہی ہو جہاں محتاط رہنا ضروری ہے چنانچہ اس نے وارڈن کو کہہ کر اُسی کمرہ میں جگہ لی۔ اور یہ بات بھی پھر سارے ہوسٹل میں پھیلی اور سب میں اس کا تذکرہ ہؤا رقیب کہتی ہے ہمارا خوشی سے کوئی ٹھکانا نہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے جلد ہماری دکھ کی فریاد کو سُن لیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

○

جب عزیزہ رقیب نئی نئی ہوسٹل گئی۔ کمرہ میں اس کے ساتھ دو غیر از جماعت لڑکیاں تھیں یہ اپنی کلاس میں اکیلی احمدی تھی۔ اُن لڑکیوں نے اس سے بہت نفرت کا سلوک کیا۔ ایک دن وارڈن کے پاس بہت شکائتیں کیں کہ یہ مرزائی ہے اس کو ہمارے کمرہ سے نکالو۔ ہم اس کے ساتھ نہیں رہ سکتے اس کے برتن الگ کرو۔ یہ الگ کھانا کھایا کرے اور بہت کچھ کہتی رہیں رقیب ساتھ والے کمرہ میں تھی جہاں ان کی ساری باتیں صبر شکر سے سنتی رہی اور دل میں رکھی تھی وارڈن نے ان کی ساری باتیں سننے کے بعد ایک مزے کا جواب دیا۔ وارڈن نے کہا یہ سب ٹھیک ہے لیکن ایک عجیب بات میں احمدی لڑکیوں میں دیکھتی ہوں یہ مرزائی لڑکیاں کتنی خوبصورت ہوتی ہیں یہ بات سمجھ نہیں آتی۔" رقیب کہتی ہے اُس کا یہ جواب سُن کر میرا سارا دکھ دور ہو گیا اور مجھے بیحد خوشی ہوئی اور وارڈن نے مجھے کچھ نہ کہا۔ لیکن ان لڑکیوں نے پھر رقیب کو اور طرح سے تنگ کرنا شروع کر دیا تاکہ تنگ آکر خود ہی چلی جائے۔

ایک دن رقیب کو بخار سے شدید کپکپی لگی ہوئی تھی انہوں نے اوپر سے پنکھا چلا دیا۔ رقیب نے منّت کر کے کہا پلیز آپ پنکھا نہ چلاؤ مجھے بخار سے شدید سردی لگ رہی ہے۔ انہوں نے لاپرواہی سے کہا تم ویٹنگ روم میں چلی جاؤ۔ اس نے کہا ویٹنگ روم میں ہر منٹ کے بعد ملاقاتی لوگ آتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم کیا کریں۔ رقیب نے بتایا کہ میں ان کے سامنے سردی سے کانپتی رہی انہوں نے ذرہ بھی پرواہ نہ کی نہ ان کو رحم آیا۔ یہ کہتی ہے پھر مَیں خدا تعالیٰ کے حضور خوب روئی اور دعا کی۔ کہ "الٰہی اگر اس میں میرا قصور ہے تو تُو رحمان ہے مجھے معاف فرما دے اور اگر یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وجہ سے میرے ساتھ یہ ذلیل سلوک کرتی ہیں تو تُو خود دیکھ لے۔"

چنانچہ چند دن گزرے کہ اُن میں سے ایک لڑکی سخت بیمار ہو گئی اس کو رات کو ۱۰۶ ڈگری بخار ہو گیا جو سر کو چڑھ گیا۔ اس کی ساتھی لڑکی تمام رات آرام سے سوئی رہی۔ میں ساری رات اس کی پٹیاں کرتی رہی دعا اور دوائی دیتی رہی اور جاگتی رہی صبح جا کر اس کا بخار کم ہؤا۔ اُس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگی "رقیب تم مجھے اپنی وہ ماں دکھاؤ جس نے تمہاری اتنی اچھی تربیت کی ہے۔ ہم نے تم سے سب سے زیادہ ذلیل سلوک کیا۔ بیماری میں تمہیں دکھ دیا۔ آج جو میری دوست ہے وہ سوئی رہی اُس نے مجھے پوچھا تک نہیں تم ساری رات میری خدمت کرتی رہی ہو۔ اگر تم نہ ہوتی تو میرا کیا حشر ہوتا۔ کیا تم ہر بات اپنی امّی کو بتاتی ہو؟ اِس نے کہا میری امّی میری دوست کی طرح ہیں مَیں ہر بات ان سے کرتی ہوں۔ وہ کہنے لگی یہ تو بہت بُرا ہؤا۔

ایک دن عاجزہ ہوسٹل رقیب کو دیکھنے گئی تو وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کہنے لگی خالہ جان آپ ہمیں معاف کر دیں۔ انجانے میں ہم سے بہت غلطیاں ہو گئی ہیں ہم نے رقیب کو سمجھا نہیں تھا۔ عاجزہ نے اس کو تسلی دی۔ کہ کوئی بات نہیں آپ بھی میری بیٹی ہو۔

○

خدا تعالیٰ ہر قدم پر اپنے پاک مسیح کی سچائی کے نشان ظاہر فرماتا رہا کہ حیرت ہوتی ہے۔ کالج کی پارٹیاں ہوتی تھیں رقیب اکثر کم جاتی۔ ہر دفعہ ایسا ہؤا کہ جب رقیب نہ گئی پارٹی میں ہنگامہ ہو گیا لڑکوں میں گولیاں چلیں اور لڑکے زخمی ہوئے۔ اسی طرح ایک دن رقیب شامل نہ تھی پارٹی میں، مخالف پارٹیوں میں تصادم ہو گیا۔ بمشکل لڑکوں نے لڑکیوں کو وہاں سے نکالا اور بسوں پر چڑھایا۔ یہ سب واپس ہوسٹل آئیں۔ مُنہ پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں کہتی ہیں۔ "رقیب کی بچی جس دن تو نہیں جاتی وہاں پر کوئی نہ کوئی مصیبت آجاتی ہے۔ اَب جس دن تو نہیں جائے گی ہم بھی نہیں جائیں گے ورنہ تجھے زبردستی لے کر جائیں گے۔ آخر یہ مسئلہ کیا ہے؟

باقی صفحہ نمبر ۳۸ پر ملاحظہ فرمائیں

آسمان احمدیت کے

درخشندہ ستارے

مکرم بشیر احمد صاحب رفیق، لندن

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (سورۃ الانعام: آیت ۹۷)

سورہ انعام کی اس آیت میں ستاروں کی رہنمائی کا ذریعہ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں بحر و بر سے مراد انسانوں کے دو طبقے عوام الناس اور علماء ہیں۔ ایک دوسری آیت میں فرمایا وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ کہ راتوں کے مسافر ستاروں کی مدد سے اپنی راہ متعین کرتے ہیں۔

سورۃ صٰفّٰت کی آیت ۷، اور ۸ میں ستاروں کو آسمان کے لئے زینت اور حفاظت کا ذریعہ بیان فرمایا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ ۝
وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۝

جن دانشوروں کو کبھی رات کی تنہائیوں میں آسمان میں ٹکے ہوئے ان آبدار موتیوں کی چمک دمک مشاہدہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ انہوں نے اس کے حُسن و جمال کا اپنے کلام میں تذکرہ کیا ہے۔ اور رات کے حسین و جمیل منظر کو دن کی روشنی پر ترجیح دی ہے۔ ایک شاعر اس منظر سے متاثر ہو کر کہتا ہے۔ ع

کھاتا ہے دن بھی تاروں بھری رات کی قسم

رات کے اسی حسین منظر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا

قارئین کرام! اس مضمون "سمائے احمدیت کے درخشندہ ستاروں" کے بارہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ احمدیت کے آسمان پر جو چاند طلوع ہوا اور جس کی ضیا پاشی سے سارا عالم بقعۂ نور ہوا۔ اس کی روشنی اور تمام تر چمک دمک اُس روحانی سُورج سے مستعار ہے جو حجاز کے افق پر طلوع ہوا۔ لیکن جو چمک، روشنی اور نور آمنہ کے اس آفتاب میں ہے۔ اسے اگر سورج سے تشبیہہ دوں تو تشبیہہ کا حق ادا نہیں ہو سکتا کہ جو نُور اُس میں ہے وہ سورج میں کہاں۔ جس چاند نے اس آفتاب کی روشنی کو مشاہدہ کیا تھا وہ اس کی حقیقت کچھ یوں بیان فرماتے ہیں

آں شہِ عالم کہ نامش مصطفےٰ
سیّدِ عشاق حق شمس الضحےٰ
حُسنِ روئے اُو بہ از صد آفتاب و ماہتاب
خاکِ کُوئے اُو بہ از صد نافۂ مشکِ تتار
(براہین احمدیہ)

یعنی وہ دُنیا کا بادشاہ جس کا نام مصطفےٰ ہے۔ جو خدائے واحد و یگانہ کے سردار اور چاشت کے سورج ہیں۔ چاشت کا سورج اس لئے فرمایا کہ تا روشنی کی حِدّت اور تمازت کا تصور نہ ہو۔ اس کے چہرے کا حُسن سو سورجوں اور چاندوں سے بڑھ کر ہے اور اس کے کوچے کی خاک تاتار کے سینکڑوں نافوں سے بڑھ کر ہے۔ اس سورج کے بعد چاند طلوع ہوا جس کی اپنی کوئی روشنی نہ تھی۔ سب اس سورج سے مستعار تھی۔ آپؑ فرماتے ہیں۔ مجھے جو کچھ ملا ہے یہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی شعاعوں کے انوار کی وجہ سے ہے۔

وہ ہے میں چیز کیا ہوں، بس فیصلہ یہی ہے

لیکن بخدا اس اندھیری اور تاریک و تار رات میں جب یہ چاند اپنے ستاروں کے جلو میں جلوہ فگن ہوا تو پھر آسمان کی سج دھج نے دُنیا کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ آقائے مدنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔

اصحابی کالنجوم۔ بایہم اقتدیتم اھتدیتم

یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ جس کی بھی پیروی کرو گے راہنمائی حاصل کرو گے۔ اس منور چاند نے ہمیں اس طرح اشارہ کیا۔

مسیح وقت اب دُنیا میں آیا
خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مُبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

سمائے احمدیت کے درخشندہ ستاروں میں سب سے پہلے میں اُس روشن ستارے کا ذکر کروں گا جسے مسیح پاک علیہ السلام نے اس افق پر طلوع ہوتے ہی فرمایا تھا۔ ھٰذا دُعائی۔ کہ یہ میری دُعا کا ثمرہ ہے۔ میری مراد حضرت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے ہے۔ یہاں میں یہ بھی وضاحت کرتا چلوں کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے مامور کا انتخاب کرتا ہے تو اس کے ساتھیوں کا انتخاب بھی خود ہی فرماتا ہے۔ یہ نکتہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان فرمایا ہے۔

آسمانِ احمدیت پر روشن و درخشندہ اور تابندہ ستاروں کی ایک کہکشاں لگی ہوئی ہے۔ آسمانِ احمدیت پر بار بار یہ ستارے طلوع ہوتے رہے جن کی ذہانت و لیاقت کا لوہا دنیا بھر نے مانا۔ سفارت ہو یا سیاست، سائنس ہو یا علم و دانش کا کوئی میدان۔ ادب ہو یا ذہنی لیاقت کا کوئی امتحان۔ خدا کے فضل سے احمدی ستاروں نے ہر میدان میں اپنی برتری نمایاں کر کے دکھادی ہے۔ یہ فہرست بہت طویل ہے اور یہ لذیذ روداد پڑھنے کے بعد دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرتا چلا جائے۔

آسمان احمدیت کے سب سے روشن و رہنما ستارے جنہیں قطب ستارے کہنا مناسب ہوگا اور جنہوں نے ایک عالم کو اپنے روحانی نور سے منور کیا اور جن کے ذریعے لاکھوں بھولے بھٹکے مسافروں نے نشانِ منزل پایا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء کرام ہیں۔ ان میں سے ہر ایک روشنی اور نور کا مینار ہے۔ حضرت میرزا البشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بابرکت وجود لاکھوں اسیروں کی رستگاری کا باعث ہوا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری و باطنی علوم سے مالا مال کیا۔ آپ ہی کے مبارک زمانۂ خلافت میں احمدیت دنیا کے دور دراز ممالک میں پھیلتی چلی گئی۔ آپ کی فطانت عظمت اور علم کا لوہا دنیا بھر نے مانا۔ دوست تو دوست دشمن تک نے آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ حضرت میرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی خدمت و اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ انتہائی مشکل اور کٹھن حالات میں آپ نے جماعت کی کشتی کو متزلزل نہ ہونے دیا اور جماعت کے دلوں میں تسکین، صبر و اطمینان کا دیا جلائے رکھا۔ حضرت میرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورِ خلافت کو ابھی چند ہی سال ہوئے ہیں لیکن اس مختصر عرصۂ امامت میں آپ نے احمدیت کی دنیا ہی بدل دی ہے۔ احمدیت کے پیغام کو دنیا کے کناروں اور دور دراز ممالک میں پہنچانے کے علاوہ آپ نے جماعت کی ترقی کی رفتار کو ایسی مہمیز لگائی ہے کہ جماعت کا ہر دن اس کے گذشتہ دن سے کروڑوں گنا پُر شوکت ہوتا ہے۔

حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آسمانِ احمدیت کے وہ روشن ستارے ہیں جن کے متعلق خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

اس مختصر سے مضمون میں میرے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ میں اس روشن ستارے کی سیرۃ و سوانح پر تفصیل سے روشنی ڈال سکوں صرف چند واقعات آپ کی فدائیت، اخلاص و استقامت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق کے بارہ میں تحریر کرتا ہوں۔

بھیرہ میں آپ کے مکان و مطب کی تعمیر ہو رہی تھی سات ہزار روپے خرچ ہو چکے تھے۔ تعمیرِ مکان کے سلسلہ میں لاہور آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو والہانہ عقیدت اور عشق آپ کو تھا، اس نے مجبور کیا کہ چند لمحوں کے لئے قادیان جاکر اپنے آقا کو مل آئیں۔ اس کے بعد کی روداد خود آپ ہی کی زبانی سنیے، فرماتے ہیں۔

"میں کسی ضرورت سے لاہور آیا اور میرا جی چاہا کہ حضرت صاحب کو بھی دیکھوں، اس واسطے قادیان آیا۔ چونکہ بھیرہ میں بڑے پیمانے پر عمارت کا کام شروع ہو چکا تھا۔ اس لئے میں نے واپسی کا یکّہ کرایہ پر کیا تھا۔ یہاں آکر حضرت صاحب سے ملا اور ارادہ کیا کہ آپ سے ابھی اجازت لے کر رخصت ہوں۔ آپؑ نے اثنائے گفتگو میں مجھ سے فرمایا 'اب تو آپ فارغ ہو گئے' میں نے کہا کہ ہاں۔ اب تو میں فارغ ہی ہوں۔ یکّے والے سے میں نے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ، آج اجازت لینا مناسب نہیں ہے، کل پرسوں اجازت لیں گے۔ اگلے روز آپؑ نے فرمایا 'آپ کو اکیلے رہنے میں تکلیف ہوگی آپ اپنی ایک بیوی کو بلوا لیں' میں نے حسب الارشاد بیوی کو بلانے کے لئے خط لکھ دیا کہ ابھی میں شاید جلد نہ آسکوں اس لئے عمارت کا کام بند کر دیں۔ جب میری بیوی آگئی تو آپؑ نے فرمایا 'آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہذا میں سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا کتب خانہ منگوالیں'۔ تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا "دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے، اس کو ضرور بلا لیں"۔

زندگی بھر آپؓ پھر اپنے وطن بھیرہ تشریف نہیں لے گئے نہ اپنی جائیداد، گھر بار اور عزیز و اقارب کی طرف مڑ کر دیکھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے در پر دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ قادیان سے باہر جانا بھی آپؓ کے لئے دُوبھر ہوتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی مجھے ہزار روپیہ روزانہ بھی اس شرط پر پیش کرے کہ قادیان چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں تو میں ہرگز ہرگز یہ پیشکش قبول نہیں کروں گا۔ ایک دفعہ بٹالہ کا ایک ہندو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ حضور حضرت مولوی صاحب کو ان کے ساتھ بٹالہ بھجوا دیں تا اس کی والدہ کے لئے نسخہ تجویز کر سکیں جو بے حد بیمار تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دیتے ہوئے حضرت مولوی صاحب کو فرمایا "امید ہے آپ آج ہی واپس آجائیں گے"۔ یکّے پر مشکل سے شام تک بٹالے پہنچے مریضہ کو دیکھا، نسخہ تجویز کیا اور واپسی برائے قادیان کا قصد کر لیا۔ راستہ بارش کی وجہ سے کیچڑ سے بھرا ہوا تھا۔ یکّہ بڑی مشکل سے چل رہا تھا۔ آپؓ کو خیال پیدا ہوا کہ اس رفتار سے چلتے ہوئے تو قادیان اسی شام نہیں پہنچ سکتے۔ چنانچہ یکّہ کو رخصت کر کے پیادہ پا قادیان کی طرف چل پڑے۔ جوتیاں اُتار لیں اور ننگے پاؤں کیچڑ اور کانٹوں سے بھری زمین پر چل کر آدھی رات کو قادیان پہنچے۔ پاؤں جگہ جگہ سے زخمی ہو چکے تھے۔

صبح کی نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی، عرض کیا حضور میں رات کو بخیریت واپس پہنچ گیا تھا۔ کسی تکلیف یا پاؤں کے زخموں کا ذکر نہ کیا۔

ایک دفعہ ریاست کشمیر میں جانے کا اتفاق ہوا تو مہاراجہ نے آپؓ سے درخواست کی کہ آپ کشمیر ہی بس جائیں اور ایک بڑی رقم ماہانہ پیش کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ آپؓ نے جواب دیا۔ ”اگر مجھے آپ ایک سلطنت بھی بخش دیں تب بھی قادیان کو نہیں چھوڑوں گا“۔

ایک دفعہ ایک تقریر کے دوران فرمایا۔ ”لوگ اکسیر اور سنگ پارس تلاش کرتے ہیں میرے لئے تو حضرت مرزا صاحب پارس تھے۔ میں نے اُن کو چھوا تو بادشاہ بن گیا“۔

آپؓ کی فدائیت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق و ارادت آپؓ کے اس خط کے الفاظ سے عیاں ہے جو آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھا، فرماتے ہیں۔

”میرا جو کچھ ہے میرا نہیں، آپؑ کا ہے۔ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مُراد کو پہنچ گیا“۔

کس کس واقعہ کا ذکر کروں، سینکڑوں واقعات ہیں۔ اطاعت امام اور فدائیت کے ایک واقعہ کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ قیام قادیان کے دوران ایک مرتبہ آپؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دہلی سے تار بھجوائی کہ بلا توقف چلے آئیں۔ حضرت مولوی صاحب نے مطب میں تار وصول کیا۔ وہیں سے بٹالہ کی طرف پیدل چل پڑے اور گھر پیغام بھجوایا کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دہلی طلب فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ بلا توقف چلے آؤ۔ اس لئے گھر نہیں آسکتا۔ جیب میں کوئی رقم نہ تھی۔ بٹالہ اسٹیشن پر ایک تحصیلدار نے آپؓ کو دیکھا تو بڑی لجاجت سے عرض کیا کہ اسٹیشن کے ساتھ ہی میرا مکان ہے میری والدہ سخت بیمار ہے۔ گاڑی کے آنے میں دیر ہے آپ انہیں دیکھ آئیں۔ آپؓ نے جاکر اس کی والدہ کو دیکھا اور نسخہ تجویز کیا۔ تحصیلدار اسٹیشن تک ساتھ آئے اور گاڑی کا ٹکٹ خرید کر مع ایک صد روپیہ کے آپؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان رضؓ جن کو آپؓ کی صحبت لمبے عرصہ تک نصیب ہوئی، آپؓ کے بارہ میں فرمایا۔

”آپ کے علم کی مثال ملنی مشکل ہے۔ آپ علم و عرفان کے ایک بحر بیکراں تھے، قرآنی علوم کی باتیں ہوں کہ حدیث کا بیان ہو آپ نئے سے نئے نکات بیان فرماتے تھے۔ آپ کی گفتگو کا انداز عالمانہ ہوتا تھا مگر اسلوب بیان آسان اور عام فہم، آپ کا علم جامع تھا۔ آپ کے ارشادات سن کر روح کو ایک روحانی سرور حاصل ہوتا تھا اور دل چاہتا تھا کہ آپ کی مجلس میں گھنٹوں بیٹھ کر مستفید ہوتے رہیں“۔

آسمان احمدیت پر ایک اور درخشندہ ستارہ ۱۸۹۳ء میں طلوع ہوا اور رہتی دنیا تک اپنی چمک کے نشان چھوڑ گیا۔ وہ ہیں حضرت شہید مرحوم سید عبداللطیف رضؓ۔ افغانستان کے اس نامور عالم دین اور عاشق رسول نے اپنے خون سے کشت احمدیت کی آبیاری کر کے ہم سب کے لئے ایک ایسا نمونہ چھوڑا ہے جس کو ابد تک احمدی نوجوان حرز جان بنائے رکھیں گے انشاءاللہ۔

۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء کا دن احمدیت کی تاریخ میں ایک یادگار دن ہے۔ اس دن اس کوہ صدق و استقامت کو پابہ جولاں مقتل کی طرف لے جایا گیا۔ شہر کے علمائے سُوء اور اوباشوں کا ایک جم غفیر اپنے ہاتھوں میں پتھر اٹھائے ساتھ ساتھ چلا۔ افغانستان کے بدبخت اور ظالم امیر حبیب اللہ نے دم آخر ان کے قریب آکر ان سے حق سے رُوگردانی کی استدعا کی۔ انعام و اکرام کے وعدے وعید کئے لیکن آپؓ نے فرمایا۔

”نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جان کی کیا حقیقت ہے اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں جن کے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں۔ مجھ سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا اور میں حق کے لئے مروں گا“۔

(روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۵۹)

پھر فرمایا۔

”میں حق سے توبہ نہیں کرسکتا۔ کیا میں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں، یہ مجھ سے نہیں ہوگا“۔

(تذکرۃ الشہادتین ص ۵۴)

آپؓ کی اس فقید المثال اور عظیم الشان قربانی کا تذکرہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس خوبصورت انداز میں کیا ہے۔

صد ہزاراں فرسخے تا کوئے یار
دشت پُرخار و بلائش صد ہزار
بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم
ایں بیاباں کرد طے از یک قدم

یعنی یار کے کوچے تک ہزاروں میل کا فاصلہ تھا۔ راستہ میں کانٹوں بھرا صحرا اور ہزاروں بلائیں اور مشکلات تھیں لیکن اس شیخ عجم کی شوخی تو دیکھو کہ اس پُرخطر بیاباں کو جو لاکھوں میلوں پر محیط تھا ایک ہی قدم میں طے کر لیا۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

”اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تُو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے“۔

(تذکرۃ الشہادتین ص ۵۸)

مولانا احمد علی حقانی نے آپؓ کی شان میں کیا خوب کہا ہے۔

ترا آنا اک قیامت تھا کہ مُردے جی اُٹھے
ہو گئے پامال سب فتنے تیری رفتار میں
کھا کے پتھر بھی نہ روگرداں ہوا عبداللطیف
جان شیریں دی مزے سے کوچۂ دلدار میں

سید عبداللطیف رضؓ کے پاک اور روشن نمونہ نے اپنے بعد

سمائے احمدیت پر سینکڑوں چراغ روشن کئے اور احمدی شہداء کی ہر ملک میں قطاریں لگ گئیں۔ ان شہدائے راہِ مولیٰ نے اپنے خون سے کشتِ احمدیت کی آبیاری کی ہے۔ یہ خون انشاء اللہ رنگ لائے گا۔

آسمانِ احمدیت کا ایک اور درخشندہ ستارہ جن کا انتخاب میں نے لاکھوں ستاروں میں سے کیا ہے، جس کی روشنی اور چمک دمک نے سیاست اور انصاف کی تاریک راہوں کو روشنی بخشی اور اقوام عالم جو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے کی رستگاری کا باعث ہوئے۔ ان کا نامِ نامی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان رضؓ تھا۔ کشمیر، فلسطین، پاکستان، مصر، شام، ایران، مراکش، تیونس، لیبیا، لبنان، شرق اردن الغرض دُنیا بھر کے درجنوں مغلوب ومظلوم اقوام کی آزادی کے لئے آپ نے جو عظیم جدوجہد ’یو، این، او‘ کے ایوانوں میں کی اُسے تاریخ عالم سے مٹانا ناممکن ہے۔ آپ کی ان خدماتِ جلیلہ کا اعتراف غیروں نے بھی دل کھول کر کیا۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند آراء پیش کرتا ہوں۔ جناب حمید نظامی اپنے اخبار نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۴ر اگست ۱۹۴۸ء میں لکھتے ہیں۔

”جب قائد اعظم نے یہ چاہا کہ آپ پنجاب باونڈری کمیشن کے سامنے مسلمانوں کے وکیل کی حیثیت سے پیش ہوں تو ظفر اللہ خان نے فوراً یہ خدمت سرانجام دینے کی حامی بھری اور سے ایسی قابلیت سے سرانجام دیا کہ قائداعظم نے خوش ہو کر آپ کو ’یو، این، او‘ میں پاکستانی وفد کا قائد مقرر کر دیا۔ جس طرح آپ نے ملت کی وکالت کا حق ادا کیا تھا اس سے آپ کا نام پاکستان کے قابل احترام خادموں میں شامل ہو چکا تھا۔ آپ نے ملک وملت کی شاندار خدمات سرانجام دیں تو قائداعظم نے انہیں حکومت پاکستان کے اس عہدے پر فائز کرنے پر تیار ہو گئے جو باعتبار منصب وزیراعظم کے بعد سب سے اہم اور وقیع عہدہ شمار ہوتا ہے۔“

آسمانِ احمدیت پر روشن ستاروں کی ایک حسین کہکشاں لگی ہوئی ہے احمدی سائنسدانوں میں محترم ڈاکٹر عبد السلام نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ دُنیا نے ان کی عظمت کے اعتراف میں انہیں نوبل پرائز سے سرفراز کیا۔ معاشیات کے میدان میں جناب ایم ایم احمد نے دُنیا بھر سے اپنی قابلیت کا سکّہ منوایا۔ میدان سیاست میں گیمبیا کے پہلے احمدی گورنر جنرل سر سنگھاٹے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ دُنیائے صحافت میں حضرت یعقوب علی عرفانی مرحومؓ، حضرت مولانا ابوالعطاء مرحوم، مکرم امری عبیدی، مکرم مولانا نسیم سیفی اور بہت سے احمدیوں نے دُنیا بھر سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ عسکری میدان میں جنرل اختر ملک، جنرل عبد العلی ملک، جنرل افتخار جنجوعہ اور ایئر مارشل ظفر چوہدری سے سبھی واقف ہیں۔ میدانِ تصوّف میں حضرت مولانا راجیکی رضؓ، حضرت مولوی روشن علی رضؓ اور حضرت میر محمد اسماعیل ڈاکٹر کیوسی نے آسمانِ احمدیت پر اپنی چمک دکھلائی میدانِ تبلیغ میں حضرت مفتی محمد صادق رضؓ، حضرت مولانا جلال الدین شمس، حضرت مولوی رحمت علی رضؓ، حضرت مولانا نیرؔ، حضرت چوہدری فتح محمد سیال رضؓ وغیرہ کے کارناموں سے سبھی واقف ہیں۔

مسیح پاکؑ کے نام لیواؤ! عالم تخیّل میں جب میں نے ان میں سے چند ستاروں کو اپنی نظروں سے اوجھل ہوتے دیکھا تو میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے ہم اس آسمان سے غائب ہو رہے ہیں دیکھنا سمائے احمدیت کی سج دھج میں فرق نہ آنے پائے، خدا کی تقدیر میں اگر ہمارا غروب ہونا مقدر تھا تو ہماری روشنی دوسرے ستاروں کو چمک عطا کرے گی۔ یہ آسمان کبھی روشن ستاروں سے خالی نہ ہو گا۔ حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان پورا ہو رہا ہے اور پورا ہوتا چلا جائے گا۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

”خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت بخشے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم ومعرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سب کا منہ بند کر دیں گے۔“

”میں ..... دُعا کرتا ہوں ..... تمہارے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہو کہ زمین کے تم ستارے بن جاؤ اور زمین اس نور سے روشن ہو جو تمہارے رب سے تمہیں ملے۔ (آمین ثم آمین)
(کشتی نوحؑ)

ایشین خواتین وحضرات کیلئے
روڈل ہائم فرینکفرٹ میں ایک اور دُکان کا اضافہ
CITY SHOP پیش کرتے ہیں پرفیومز ملبوسات جیولری بیڈ شیٹ
بیڈ کورز غلاف تکیہ اونی اور لیدر کی جیکٹس کوئی ہے
جو یہ نہ کہے کہ تندرستی ہزار نعمت ہے، ہر فرد کی صحت کا ضامن، ہر گھر کی ضرورت بریٹا فلٹر قیمت فی جگ ۳۰ مارک علاوہ ۳ پٹر فلٹر فی قیمت ۲۰ مارک، تندور کا ایلیمنٹ قیمت ۳۵ مارک،
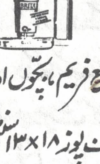
حضرت مسیح موعودؑ اور چاروں خلفائے احمدیت کی گروپ فوٹو مع فریم، بچوں اور بڑوں کی یادگار Trick-Foto ایک پرنٹ دو مختلف پوز ۱۸×۱۳ سنٹی میٹر صرف ۶ مارک میں، ۴ پاسپورٹ سائز فوٹو ۶ مارک میں اور نیگیٹو علیحدہ قیمت پر حاصل کر سکتے ہیں۔ تشریف لا کر خدمت کا موقع دیجئے۔

CITY SHOP
Westerbach Str. 1, (gegenüber Minimal)
60599 Frankfurt Rödelheim
Telefon (0 69) 78 93 623, Res. (0 69) 34 76 65

بوسنین سیل جرمنی کی مساعی

مکرم زبیر خلیل خان، ممبر بوسنین سیل جرمنی

اخبارِ احمدیہ کے گذشتہ شمارہ میں بوسنین سیل جرمنی کی مساعی سے متعلق ایک رپورٹ احباب جماعت کی آگاہی کے لیے شائع کی گئی تھی اس سلسلہ میں ہونے والی مزید مساعی کی روئیداد پیش خدمت ہے

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات کی روشنی میں بوزنیا میں محصور افراد کی امداد کی خاطر اب تک ۲ لاکھ امریکی ڈالر اور ایک لاکھ جرمن مارک یعنی کل ۴ لاکھ ۳۵ ہزار مارک کی رقم نقد پیش کی جا چکی ہے اس کے علاوہ امدادی مد میں کیے جانے والے اخراجات کی تفصیل پہلے ہی شائع کی جا چکی ہے۔ بوزنین مسلمانوں کی امداد کی خاطر قائم شدہ فنڈ میں احباب جماعت کی طرف سے وصول شدہ عطیہ جات ۲ لاکھ ۵۰ ہزار مارک کے لگ بھگ ہیں۔

جماعت جرمنی عنقریب اپنا ایک ٹرک خرید رہی ہے جس کے ذریعہ ہر ہفتہ یا پندرہ دن بعد امدادی اشیاء بوسنیا میں محصور افراد کی خاطر روانہ کی جائیں گی۔ روانہ کی جانے والی اشیاء میں خوراک اور دوائیاں شامل ہوں گی۔ اس سلسلہ میں بوزنیا کے محترم اوّل دین صاحب اور ان کی اہلیہ آرمنیا صاحبہ جماعت سے بہت زیادہ تعاون کر رہے ہیں مقامی جماعتیں یا مخیّر حضرات اگر خوراک یا ادویات بطور عطیہ بھجوانا چاہیں تو وہ مرکزی بوزنین سیل جرمنی سے رابطہ قائم کریں۔

امسال اجتماع خدام الاحمدیہ جرمنی ۱۹۹۳ء کے موقعہ پر بوزنین مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اور حضور اقدس کے ارشادات سے مستفید ہوئے۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اجتماع کے تمام ایام میں بوسنین مسلمان اجتماع کے پروگراموں میں شمولیت کرتے رہے۔ پروگراموں سے آگاہی کی خاطر تمام سرگرمیوں کا بوزنین زبان میں ترجمہ کا خاطر خواہ انتظام موجود تھا۔ ناظم صاحب ٹرانسلیشن مکرمی عبد الحی صاحب طاہر اور مکرمی طاہر محمود صاحب کی کوششوں کے باعث بوزنین ترجمانوں کے لیے ایک علیحدہ ویگن کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس ویگن سے اجتماع کی کاروائی کا بوسنین زبان میں ترجمہ پیش کیا جاتا رہا۔ اسی طرح کھیل کے میدان میں مہمانان خاص کے خیمہ جات اور ناصر باغ کے تمام احاطہ جات میں بوزنین ترجمان حضرات اپنے ہموطنوں کی آگاہی کی خاطر ترجمانی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

ترجمانی کے سلسلہ میں درج ذیل بوسنین احباب اور خواتین کی خدمات نمایاں رہیں: محترمہ سبیناصاحبہ آف ڈارم سٹڈ، محترمہ یاسمنکا صاحبہ آف ڈارم سٹڈ، محترمہ سبنیا صاحبہ آف فرینکفرٹ محترمہ نجرا صاحبہ (فرسٹ سیکرٹری سفارت خانہ بوسنیا۔ بون) محترمی ڈاکٹر حسین صاحب آف ہناؤ، اور محترم عامر ڈکاٹر صاحب آف فرینکفرٹ۔ بوسنین ترجمان خواتین کی معاونت کی خاطر محترمہ بشریٰ احمد صاحب ہمہ وقت ان ترجمان خواتین کے ساتھ رہیں۔ علاوہ ازیں ترجمان خواتین کی آمد و رفت کے سلسلہ میں محترمی شہزاد صاحب نے بھی قابل قدر خدمات انجام دیں۔

اجتماع کے معمول کے دنوں میں ۲۰ تا ۵۰ بوسنین احباب جماعتی پروگراموں میں شامل ہوتے رہے۔ ۳۱ مئی کے روز ہونے والے پروگراموں میں تقریباً ۴ ہزار بوسنین مسلمانوں نے گروس گیراؤ میں شمولیت کی جبکہ سات صد کے لگ بھگ بوسنین مسلمانوں نے ہمبرگ کے پروگرام میں شمولیت کی۔

گروس گیراؤ اور بعد ازاں ہمبرگ میں ہونے والے پروگرام کو بوسنین احباب نے بہت ہی دلچسپی اور انہماک سے سُنا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ "بوسنین قوم کی حالت بدلنے کی خاطر بوسنین مسلمانوں کو اپنے آپ کو بھی بدلنا ہوگا" جرمنی میں مقیم بعض اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سنجیدہ بوزنین احباب نے جماعت سے رابطہ قائم کیا ہے اور وہ اپنی قوم کی بہتری کی خاطر واقعی کچھ کرنا چاہتے ہیں۔

اجتماع کے موقع پر بوسنیا سے متعلق بعض اہم شخصیات نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور ان میں فرسٹ سیکرٹری سفارتخانہ بوسنیا۔ بون، قونصلیٹ جنرل سفارت خانہ سٹٹ گارٹ، ڈائریکٹر فاؤنڈیشن برائے بہبود بوسنین زخمی افراد، ایڈیٹر/ ڈائریکٹر ویکلی بوزنین اخبار۔ (یہ ملاقات اور انٹرویو ایک گھنٹہ سے زائد دورانیہ پر مبنی تھا) ڈاکٹرز، سائنسدان اور فوجی۔

بوسنین اجتماع کے موقعہ پر جرمن، امریکی اور بوسنین صحافی بڑی دلچسپی کے ساتھ بوسنیا پروگرام کی تفصیلات نوٹ کرتے رہے۔ اس موقعہ پر بوزنیا کے ایک ٹی وی پروڈیوسر اور ڈائریکٹر بھی موجود تھے۔ اس اجتماع کی رپورٹنگ کے ساتھ ساتھ ان کے پاس بعض دوسرے پروگرام بھی ہیں جو کہ وہ سیٹلائٹ کے ذریعہ دکھانا چاہتے ہیں۔

عید کے روز بغرض انٹرویو حضور اقدس سے ملاقات کرنے والے بوسنیا اخبار کے ڈائریکٹر نے بعض معاملات کے سلسلہ میں بوسنین سیل کے انچارج مکرم مقصود الحق صاحب اور خاکسار سے نور مسجد میں تقریباً

باقی صفحہ نمبر ۳۸ پر ملاحظہ فرمائیں

عزیز برادرز

نئے عزم اور نئے جذبہ کے ساتھ ایک بار پھر

آپ کی خدمت میں دلکش ڈیزائنوں میں آپ کے پسندیدہ ملبوسات پیش کرتے ہیں

100 % Cotton Leggings — ۱۰۰ فیصد کاٹن پائجامہ

Printed T-Shirts — پرنٹڈ ٹی شرٹس

مختلف ڈیزائنوں اور رنگوں میں

۳۰۰ مختلف ڈیزائنوں اور رنگوں میں

Batik Leggings — باٹیک پائجامہ

Lycra Leggings — لائیکرا پائجامہ

اس کے علاوہ اور بہت سی ورائٹیز بھی دستیاب ہیں

Caps — کیپس

آپ کی خدمت کے منتظر

Fa. AZIZ

Rudolf-Diesel-Str. 30, 69115 Heidelberg

near Red Cross Building

Telefon (0 62 21) 16 22 49 & 27 949

معیاری سونے کے

اعلیٰ زیورات کا مرکز

فرینکفرٹ میں

جی ہاں ! آپ قطعی طور پر پریشان مت ہوں اس لئے کہ

ہمارے ہاں ہر قسم کے سونے کے خوبصورت زیورات

ہر وقت تیار مل سکتے ہیں اور ٹوٹے ہوئے زیورات کی تسلی بخش

مرمت بھی کی جاتی ہے نیلز

پرانا زیور دے کر تیار زیور بھی آپ خرید سکتے ہیں

ہمارا نصب العین

ایمانداری اور خوش اخلاقی

INDIAN CORNER

گروسری

اور

تازہ سبزیاں

دستیاب ہیں

WESER STR. 11

6000 F/M-1

TOP STOFF

سوٹ

ساڑھیاں

اور خوبصورت کپڑے کی دکان

کپڑا خریدنے

کیلئے تشریف لائیں

KAISER STR. 64

KAISER PSG. 23

6000 F/M

INDIAN JEWELLERS CORNER

Weserstrasse 11, 60599 Franfurt

Telefon (0 69) 25 15 81

خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو

ایک گنجا اور ایک اندھا تھا۔ خدا کا فرشتہ متشکل ہو کر گنجے کے پاس آیا اور اس پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے تو گنجے نے کہا کہ میرے سر کے بال ہو جاویں اور مال و دولت ہو جاوے۔ چنانچہ فرشتہ نے گنجے کے سر پر ہاتھ پھیرا تو خدا کی قدرت سے اس کے سر پر بال بھی نکل آئے اور مال و دولت اور نوکر چاکر بھی مل گئے۔ پھر اندھے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ اندھے نے کہا کہ میری آنکھیں روشن ہو جاویں تو ئیں ٹکریں کھاتا نہ پھروں اور روپیہ پیسہ بھی مل جاوے تو کسی کا محتاج نہ رہوں۔ فرشتہ نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ روشن ہو گئیں اور مال و دولت بھی مل گیا۔ پھر وہی فرشتہ گنجے اور اندھے کی آزمائش کے لئے خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک فقیر کے بھیس میں آیا اور گنجے کے پاس جا کر سوال کیا گنجے نے ترش روی سے جواب دیا اور جھڑک دیا اور کہا کہ چل تیرے جیسے بہت فقیر پھرتے ہیں۔ فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر دیا اور پھر وہ گنجے کا گنجا ہی ہو گیا اور سب مال و دولت جاتا رہا اور پھر ویسا ہی تنگ حال ہو گیا۔ پھر وہی فرشتہ فقیر کی شکل میں اندھے کے پاس آیا جو اب بڑا دولت مند اور بینا ہو گیا تھا۔ اور سوال کیا۔ اس نے کہا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے ہی دیا ہے اور اس کا مال ہے تم لے لو۔ اس پر پھر اللہ تعالیٰ نے اندھے کو اور بھی مال و دولت دیا۔"

نتیجہ: پس اے عزیز بچو! تم بھی یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر کرو اور اس کی قدر کرو اور سوالی کو جھڑکی نہ دو۔ خیرات کرنا اچھی بات ہے اور سوالی کو دینا چاہیئے اس سے خدا خوش ہوتا ہے اور نعمت زیادہ کرتا ہے۔ ——————— (سیرۃ مسیح موعود جلد اوّل ص۱۵۵)

قرآن مجید کی تعلیم

- والدین کی عزّت کرو، اور ان کی اطاعت کرو۔
- صرف اللہ پر توکل کرو اور اسی سے مدد مانگو۔
- اسلام کا پیغام ساری دنیا میں پہنچاؤ۔
- جب وعدہ کرو تو اسے ضرور پورا کرو، خدا عہد کے متعلق پوچھے گا۔
- آپس میں مت لڑو جھگڑو۔
- پنجگانہ نماز ادا کرو۔

حدیث کی باتیں

- سچ بولو، تا نیک کام کی توفیق ملے۔
- کھانے سے پہلے "بسم اللہ" پڑھو اور بعد میں الحمد للہ۔
- خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ سے محبّت کرو۔
- بڑوں کی عزّت کرو اور چھوٹوں پر رحم کرو۔

حضرت مسیح موعودؑ کی چند نصائح

- جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔
- جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں
- جو شخص اپنے ماں باپ کی عزّت نہیں کرتا اور ان کی خدمت سے
- لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔
- نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔

خدایا ہمیں اچھے بچّے بنادے

خدایا! ہمیں اچھے بچّے بنادے
سعادت شعار اور سچّے بنادے
لبوں پر کبھی جھوٹ آنے نہ پائے
سچائی کبھی دل سے جانے نہ پائے
اطاعت کریں باپ ماں کی ہمیشہ
شناخت ہو سود و زیاں کی ہمیشہ
کریں عمر بھر بس تری ہی عبادت
ترے دیں کی خدمت نبیؐ کی اطاعت
ہمیشہ خلافت سے وابستگی ہو
غرض یوں بسر اپنی سب زندگی ہو

(مولانا محمد صدیق امرتسری مرحوم)

ماہ مئی۔ جون کے شمارہ میں دی گئی حدیث یاد کرنیوالے بچّوں کے نام:
محمد سلطان غفور، رضا احمد مظفر، حبۃ الحی سعدیہ غفور (MESCHED) در شہوار طاہر (AUERBACH)، کلیم احمد (FLIEDEN) حسنات احمد، حماد احمد (RÖDELHEIM) ملک سجاد محمود، نبیلہ احمد (HANNOVER)۔

> لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ
> نہیں ہے سنی سنائی بات خود دیکھنے کی طرح
>
> بچے اس حدیث کو زبانی یاد کریں۔ یاد کرنے والے بچوں کے نام آئندہ شمارہ میں شائع کیے جائیں گے

جرمنی میں گذشتہ بیس سال سے زائد عرصہ سے قائم پاکستانی ہم وطن بھائیوں کا

با اعتماد ادارہ

اگر آپ دنیا بھر میں کہیں بھی بذریعہ ہوائی جہاز سفر کرنا چاہتے ہوں تو ہماری خدمات سے فائدہ اٹھانا مت بھولئے

کیونکہ پاکستان جانے کے لئے جرمنی کے کسی بھی اہم شہر سے پاکستان میں ہوائی مستقر کے حامل شہر تک

PIA اور **Lufthansa** کا ایئر ٹکٹ آپ ایک ہی قیمت پر حاصل کر سکتے ہیں ۔ علاوہ ازیں اب

PIA کا ٹکٹ ہم اپنے دفتر سے ہی ایشو کرتے ہیں

آپ کی مزید سہولت کے پیش نظر کویت ایئر ویز اور امارات ایئر لائنز کے لئے (لاہور) کے ٹکٹ فوری

طور پر مہیا کئے جانے کا اعلیٰ انتظام موجود ہے۔

جی ہاں ! جلسہ سالانہ لندن پر جانے والے خواتین و حضرات ابھی سے بُکنگ کروانے کے لئے ہم سے رابطہ

قائم کریں اور سہولت کے ساتھ سفر کریں

بُکنگ جاری ہے

جرمنی کے تمام بڑے شہروں میں **PIA** کے ٹکٹ کی فروخت کے لئے عام ایجنٹ بننے کے خواہش مند

حضرات ہم سے رابطہ قائم کریں اور کمیشن حاصل کریں

ہمارا نصب العین

خوش اخلاقی اور ایمانداری

May Fair Reisen

Iqbal D. Khan

Münchner Str. 11, 6000 Frankfurt am Main 1

(0 69) 23 22 41-43, Fax (0 69) 23 70 60

اُذْکُرُوْا مَوْتٰکُمْ بِالْخَیْرِ

محمد ظہور خان صاحب کا ذکرِ خیر

منظور احمد خان، جرمنی

پیارے ابا جان کو ہم سے جدا ہوئے آج دس سال کا عرصہ بیت رہا ہے مگر ان دس سالوں میں ہم نے ہر لمحہ انہیں اپنے قریب پایا۔ خصوصاً رمضان شریف کے مہینہ میں تو اُن کی یاد بہت ستاتی ہے۔ اس مہینہ کے ساتھ آپ کا خاص لگاؤ تھا۔ ؎

تجھ کو ڈھونڈوں تو کہاں
اب تجھے پاؤں تو کہاں

والد محترم محمد ظہور خاں صاحب ابن مکرم رحیم بخش خاں صاحب مرحوم جو حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب کے چھوٹے بھائی تھے جنہیں خدا کے فضل سے نصف صدی کے قریب حضرت مصلح الموعودؓ کے ذاتی معالج کی حیثیت سے اور خاندان حضرت مسیح موعود نیز سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہسپتال میں طبّی خدمات بجالانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت والد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے کے دستِ مبارک پر لدھیانہ حاضر ہو کر ۱۹۰۵ء میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ بیعت کے وقت میری عمر تقریباً بارہ سال تھی۔ اس لحاظ سے آپ کی پیدائش ۱۸۹۳ء بنتی ہے۔ آپ کا آبائی وطن ریاست پٹیالہ تھا۔ پہلی شادی آپ کی خالہ زاد ہمشیرہ .... سے ہوئی۔ جن کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے عطاء فرمائے۔ اہلیہ محترمہ عالمِ شباب میں ہی وفات پاگئیں اس کے بعد آپ کی دوسری شادی ۱۹۲۳ء میں حضرت مولوی عبد الحق صاحب صحابی جو کہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ کی جماعت کے پریذیڈنٹ تھے۔ ان کی دُختر محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ سے ہوئی جن کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے سات بیٹوں اور اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ آپ کی یادداشت ماشاء اللہ تیز تھی۔ جو عمر کے آخری ایام تک قائم رہی۔ واجبی تعلیم ہونے کے باوجود دینی مسائل سے خوب واقفیت رکھتے تھے۔ انتہائی بُردبار، سنجیدہ، محنتی اور مہذب اطوار کے مالک تھے۔ تبلیغ کا بیحد شوق باوجود شدید مخالفت کے اس فریضہ کو ضرور ادا کرتے وہ تنگ نظر اور لہجہ و رویّہ کے سخت گیر بالکل نہ تھے۔ شگفتہ چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ کا شائبہ ہوتا۔ قرآن کریم اور کتب حضرت مسیح موعودؑ سے والہانہ عشق رکھتے۔ جماعت کے اخبار اور رسائل ہمیشہ زیرِ مطالعہ رہے۔ آپ اپنی جماعت کے امام الصلوٰۃ رہے۔ قرآن کریم اور نظمیں خوش الحانی سے پڑھتے، دوسروں کو سناتے اور خود بھی محظوظ ہوتے۔ ہمیشہ اپنی جیب میں مجموعہ کلام حضرت مسیح موعودؑ یعنی درثمین۔ نوٹ بک اور پنسل رکھتے۔ جلسے اجلاسات میں باقاعدگی سے اور بروقت شرکت فرماتے۔ اور تقاریر کے دوران جو بھی اہم اور قابل ذکر باتیں ہوتیں۔ انہیں نوٹ کر لیتے۔ اور بچوں کو بتاتے۔ ۱۹۲۳ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملکانہ میں شدھی کی تحریک کے خلاف جماعت کے مخلصین کو عارضی وقف کی تحریک فرمائی۔ تا وہ اس علاقہ میں جاکر مسلمانوں کو ہندو ہونے سے روکیں۔ چنانچہ حضرت والد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطاء فرمائی وہ بھی اس تحریک میں لبیک کہتے ہوئے وہاں تشریف لے گئے۔

توفیق خداوندی نے ایسا شوقِ عبادت نصیب کیا۔ کہ نماز کے لئے قبل از وقت مسجد پہنچتے۔ اور نماز کے بعد دیر تک مسجد میں رہتے۔ دوست احباب کے دینی امور کے بارہ میں گفت و شنید کرتے۔ زیادہ سے زیادہ وقت آپ مسجد میں گزارتے گھر پر کوئی مہمان یا عزیز رشتہ دار آتا۔ اور آپ موجود نہ ہوتے تو اماں جی بچوں کو فرماتیں جاؤ اپنے ابا کو دیکھو، مسجد میں ہی ہوں گے۔ انہیں اللہ کے گھر اور عبادت سے گہرا لگاؤ رہا۔ ہمیشہ دل میں یہی شوق ہوتا کب نماز کا وقت ہو اور مسجد میں جاؤں۔ اسی طرح دینی مجالس میں بھی کوشش کر کے ضرور شامل ہوتے۔ فرمایا کرتے تھے۔ ہمارے اس شوق کا سبب سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کی پیاری شخصیت ہے۔ مسیح موعودؑ کی علمی فضیلت اور الٰہی کاموں سے لگاؤ نے جماعت کے ادنیٰ اور اعلیٰ سب ہی افراد جماعت میں ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ اُن کی روشن خدمت کے حلقہ میں جو بھی آیا حسب مقدور روشنی حاصل کرتا رہا۔ آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے افراد اور علماء سلسلہ سے بھی بہت محبت تھی۔ ان کا بیحد احترام کرتے۔ اور ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔ خود عاجزی، انکساری، درگزر اور عفو کا اعلیٰ نمونہ رہے۔ طبیعت میں بہت سادگی تھی۔ دوسروں کی زیادتی پر خاموشی اختیار کرتے اور ہمیشہ صبر کرتے رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوتا تو باقاعدگی سے روزے رکھتے۔ اور زیادہ سے زیادہ اس کی برکات سے مستفید ہونے کی کوشش کرتے۔ اپنی اولاد اور عزیز و اقارب کو اپنے عمل کے ہر نیک کام میں حصہ دار بناتے۔ روزوں کے بارہ میں آپ کا عقیدہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے ان الفاظ کے مصداق رہا کہ

"مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں
طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔"

جب کبھی اعتکاف میں بیٹھنے کا موقعہ ملا۔ ضرور بیٹھتے۔ عموماً والدہ محترمہ کو ترجیح دیتے اور انہیں کو زیادہ تر اعتکاف میں بیٹھنے کا موقعہ ملتا رہا۔

زیادہ اور عمدہ خوراک کھانے کی چاہت اور عادت نہ تھی۔ جو مل گیا۔ صبر شکر کر کے کھا لیتے۔ صبح کی سیر اور ابتدائی عمر میں ورزش کے بھی عادی تھے۔ پیدل زیادہ چلتے۔ ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ بہت کم کسی کو تکلیف دیتے۔ آپ میں خدمت خلق کا جذبہ نمایاں رہتا۔ دوسروں کی مدد کے لئے کبھی گریز نہ کرتے۔ بلکہ موقع تلاش کرتے۔ مہمان نوازی حسب توفیق ضرور کرتے۔ جو کچھ گھر میں ہوتا۔ مہمان کے سامنے رکھ دیتے ۱۹۳۹ء جلسہ سالانہ اور سلور جوبلی حضرت مصلح الموعودؓ کے موقعہ پر پٹیالہ کے ہجرت کر کے بمعہ

اہل وعیال قادیان دارالامان آ گئے۔ ابتداء میں حلقہ مسجد مبارک اور پھر محلہ دارالرحمت میں سکونت پذیر ہوئے۔

ستمبر ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد مرکز ربوہ کے قریب احمد نگر کے گاؤں میں مستقل قیام کیا۔ وہاں بھی آپ جماعت کے امام الصلوٰۃ اور مجلس انصار اللہ کے زعیم بھی مقرر ہوئے۔ فارغ اوقات میں ہماری والدہ محترمہ کے ساتھ مل کر گاؤں کے احمدی اور غیر احمدی بچوں کو قرآن پڑھانے کی سعادت حاصل کی۔ اور یہی خدمت کی توفیق آپ کو پٹیالہ میں بھی حاصل رہی۔ بڑے شوق اور خاص انداز کے ساتھ آپ قرآن پڑھانا سکھاتے۔ مجھے یاد ہے۔ ایک وقت میں ہمارے گھر میں پندرہ بیس کی تعداد میں بچے بچیاں اور بعض بڑی عمر کی غیر از جماعت مستورات قرآن سیکھا کرتیں۔ اس موقعہ پر ایک ایمان افروز واقعہ کا بھی ذکر کر دوں۔ جو اس ضمن میں یاد آیا ہے۔ محلہ کی مسجد کے ملّاں نے بعض غیر احمدی بچوں کے والدین کو توجہ دلائی۔ کہ وہ نعوذ باللہ کافر کے گھر بی جی کے پاس جا کر کیوں قرآن کریم پڑھنا سیکھتے ہیں۔ اُن کو میرے پاس بھجوایا کریں۔ بچوں کے والدین نے بڑا زور لگایا۔ لیکن بچے نہ مانے۔ آخر انہوں نے یہ جواب دیا۔ کہ ھم نے قرآن سیکھنا ہے تو اِن سے ہی سیکھنا ہے۔ مسجد کے مولوی کے پاس نہیں جانا خواہ کچھ ہو جائے۔ آج بھی بعض احمدی نوجوان جو یہاں بھی مجھے ملتے ہیں۔ تو اِس بات کا خصوصیت سے ذکر کرتے ہیں کہ چھوٹی عمر میں ہم نے قرآن کریم آپ کے والدین سے پڑھنا سیکھا ہے۔ عمر کے آخری حصّہ میں بھی آپ اِس خدمت کو سرانجام دیتے رہے آپ کی نمازوں میں بڑا سوز پایا جاتا خصوصاً تہجّد کی نماز میں اللہ کے حضور گریہ وزاری کرتے، ہر ایک کو جس کسی نے بھی کہا اُسے اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے۔ اولاد در اولاد کے لئے جہاں آپ نے بے انتہاء دعاؤں کا خزانہ چھوڑا۔ وہاں اُنہیں ہمیشہ نصیحت فرمایا کرتے۔ کہ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدّم رکھنا۔ احکام خداوندی بجا لانے میں کبھی سستی اور غفلت یا کمی نہ کرنا (الحمد للہ آپ کی ساری اولاد خدا کے فضل سے اس نصیحت پر عمل پیرا ہے۔) پھر یہ بھی نصیحت فرماتے۔ اپنی اولاد کی تربیت کا ہمیشہ خیال رکھنا۔ ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنا۔ اور اولاد کو بھی تاکید کرتے رہنا۔ اس میں برکت اور سعادت ہے۔ آپ نصیحت کرتے ہوئے دھیمہ اور شائستہ لہجہ اختیار کرتے۔ اور پُر اثر مثالوں کے ذریعہ دوسروں کو سمجھاتے۔ کبھی کبھار لطائف بھی سناتے۔ اور سننے والوں کو لُطف اندوز کرتے۔ کرکٹ کا کھیل دیکھنے کا اور اوائل عمر میں کھیلنے کا بھی شوق رہا۔

خدا کے فضل سے آپ موصی تھے۔ چندے کا حساب مکمل رکھتے۔ حصّہ آمد کے علاوہ دوسرے چندے بھی حسبِ توفیق ادا کرتے۔ تحریک جدید کے چندہ کی تحریک میں صفِ اوّل میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ اپنی اہلیہ یعنی ہماری والدہ محترمہ کے ساتھ ہمیشہ حُسنِ سلوک فرماتے۔ اُن کے عزیز و اقارب کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہمیشہ ادب کرتے۔ اپنی اہلیہ کی رائے کو مقدّم رکھتے۔ گھر کے کاموں میں اکثر ساتھ دیتے۔ لہجہ میں تلخی سے گریز فرماتے۔ اپنی اولاد سے بہت پیار کرتے اور محبّت کا سلوک روا رکھتے ہمیشہ تاکید کرتے، جہاں بھی تم رہو اپنی خیریت کی اطلاع جلد جلد دیتے رہا کرو۔ اگر کسی کی طرف سے خط آنے میں دیر ہو جاتی بہت فکر مند ہوتے۔ اور ساتھ دُعا پر توجّہ فرماتے۔ ہمیشہ ان کی خدمت کو سراہایا۔ نکتہ چینی کو پسند نہیں فرماتے۔ بلکہ تعریف کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے آپ کو کثیر اولاد سے نوازا۔ بہت سے پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں اور پھر ان کی اولادوں کو دیکھنا نصیب ہُوا۔

حتی الوسع اپنے کام خود انجام دیتے۔ آخری عمر میں جب گرنے سے آپ کی کولہے کی ہڈی میں ضرب آئی اور آپ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تو بہت دکھ محسوس کرتے کہ مَیں بچّوں کے لئے تکلیف کا باعث ہو گیا ہوں۔ ان کی شفقت اور محبّت کی وجہ سے اپنی اولاد کے علاوہ بہوؤں نے ان کی خدمت کا موقعہ زیادہ پایا۔ کسی سے خفا نہ ہوتے اور نہ ہی ناراض ہوتے۔ ہمیشہ متبسّم چہرہ رکھتے۔ ان کی خدمت کر کے سب ہی خوشی محسوس کرتے اور دعائیں لیتے۔ چنانچہ وفات کے وقت ہر ایک نے یک زبان ہو کر کہا۔ کہ ابّا جی تو مجھ سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ اور سب نے اُن کی کمی کو شدت سے محسوس کیا۔

جولائی ۱۹۸۲ء کو رمضان شریف کے مبارک دنوں میں آپ نواسی (۸۹) سال کی عمر میں اس جہانِ فانی سے رُخصت ہو کر اپنے اللہ کے حضور حاضر ہو گئے۔ ؎

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اس پہ دل تو جاں فِدا کر

آپ کا جنازہ ازراہِ شفقت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے مسجد مبارک ربوہ میں پڑھایا۔ جنازہ پڑھانے سے قبل حضور انور نے ازاراہِ شفقت لواحقین کے ساتھ جو اس وقت موجود تھے۔ تعزیت فرمائی اور مصافحہ کا شرف بخشا۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ تعالٰی۔ آپ کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ میں دفن ہونے کا شرف حاصل ہُوا۔ ؎

اے خدا بر تربت اُو ابرِ رحمت ہا ببار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النّعیم

جہاں آپ کو سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہاں آپ نے چاروں خلفاء کا زمانہ مبارک بھی پایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

بقیہ	اکرام ضیف

قائم تھے بلکہ اسے ایک خدمت اور فرض یقین کرتے ہوئے دِلی محبت اور بے ساختگی سے سرانجام دیتے تھے۔ مہمان نوازی کے کاموں میں آپ کی بنفس نفیس شمولیت اور مہمان کی خدمت خود اپنے ہاتھوں سے کرنے کا شوق اس بے تاب تڑپ اور جذبہ کا آئینہ دار ہے جو آپ کی زندگی میں جزوِ اعظم کے طور پر شامل تھا۔

اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں ہوں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس روحانی فرزند جلیل پر جس نے مہمان نوازی کے یہ سب آداب اپنے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے اور اپنی ساری زندگی ان پر ایسا عمدہ عمل کر کے دکھایا کہ فی الحقیقت اس زمانہ میں دنیا کے استاد بن گئے ؎

شاگرد نے جو پایا استاد کی دولت ہے
احمدؑ کو محمدؐ سے تم کیسے جُدا سمجھے

جرمنی میں مقیم بوسنین مسلم مہاجرین اکثر اوقات اپنے گمشدہ عزیز و اقارب کے بارے میں دریافت کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جرمنی سے شائع ہونے والے ہفت روزہ بوزنین اخبار سے رابطہ قائم کیا گیا ہے۔ اس اخبار نے تلاش گمشدہ کے سلسلے میں جماعت سے تعاون کا وعدہ کیا ہے۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقہ میں اس امر کا جائزہ لیتے رہیں اور اگر کوئی بوزنین مہاجر اپنے کسی گمشدہ عزیز کی تلاش میں مدد کا خواہاں ہو تو ضروری کوائف اور مطلوبہ تفصیلات بوزنین سیل فرانکفرٹ کو بھجوا دیں۔ اگر ممکن ہو تو گمشدہ دوست / خاتون کی تصویر بھی فراہم کر دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت اور متعلقہ اخبار کی طرف سے ہر ممکن مدد فراہم کی جائے گی۔

زبیر خلیل خان ——— ممبر بوسینن سیل

پروگرام چودھواں (۱۴) سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ جرمنی

بمقام ناصر باغ ✿ گروس گیراؤ

۱۰ جولائی بروز ہفتہ

9:00	تا	9:30	پرچم کشائی
9:30	تا	9:40	تلاوت قرآن پاک
9:40	تا	9:45	عہد
9:45	تا	10:00	نظم
10:00	تا	10:15	استقبالیہ کلمات
10:15	تا	10:30	افتتاحی خطاب
10:30	تا	10:40	ضروری اعلانات
10:40	تا	11:40	رپورٹ کارگذاری ۹۳-۱۹۹۲ء
11:40	تا	11:55	شرک کی حقیقت اور توحید حقیقی
11:55	تا	12:10	اسلام میں عورت کا مقام اور تعدد ازواج
12:10	تا	12:25	نئی نسل اور انصار اللہ کے فرائض
12:25	تا	14:00	وقفہ برائے طعام و نماز ظہر و عصر
14:00	تا	14:10	تلاوت قرآن مجید
14:10	تا	14:20	نظم
14:20	تا	14:35	نَحنُ اَنصَارُ اللّٰہ
14:35	تا	14:50	ذکر حبیب
14:50	تا	15:20	اسلام اور مسئلہ جہاد
15:20	تا	15:40	ہم اور ہماری ذمہ داریاں
15:40	تا	16:00	ہستی باری تعالیٰ
16:00	تا	16:05	وقفہ اعلانات
16:05	تا	19:30	علمی مقابلہ جات و بیت بازی
19:30	تا	21:30	وقفہ برائے طعام و نماز مغرب و عشاء
21:30			اجلاس مجلس شوریٰ

۱۱ جولائی بروز اتوار

3:00			بیداری و تیاری نماز تہجد
3:30	تا	4:00	نماز تہجد
4:00	تا	5:00	نماز فجر و درس قرآن کریم
5:00	تا	6:00	اجتماعی سیر
6:00	تا	7:00	ناشتہ
7:00	تا	9:00	انتخاب صدر مجلس انصار اللہ جرمنی
9:00	تا	14:00	ورزشی مقابلہ جات
14:00	تا	15:30	وقفہ برائے طعام و نماز ظہر و عصر
15:30	تا	15:40	تلاوت قرآن کریم
15:40	تا	15:45	عہد
15:45	تا	16:00	نظم
16:00	تا	16:15	رپورٹ بابت اجتماع
16:15	تا	16:45	اختتامی خطاب: امیر جماعت احمدیہ - جرمنی
16:45			تقسیم انعامات و اختتامی دُعا

ضروری اعلانات

جرمنی میں سیاسی پناہ کی درخواست دینے والے ہر احمدی کو جس نے ابھی تک سرٹیفکیٹ کے لیے درخواست نہیں دی اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ فوری طور پر سرٹیفکیٹ کی درخواست مکمل کر کے اپنے صدر جماعت اور ریجنل امیر صاحب کی وساطت سے دفتر امور عامہ کو بھجوائیں۔

سیاسی پناہ کے نئے قانون کے مطابق نئے آنے والوں کی پہلی پروٹوکال (ابتدائی بیان) جرمنی داخل ہونے کے چند دن بعد ہی لے لی جائے گی اس لیے نئے آنے والوں کے جو عزیزان یہاں پہلے سے موجود ہیں وہ ان کی راہنمائی کریں اور فوری طور پر درخواست مکمل کرنے کے بعد دفتر امورِ عامہ کو بھجوائیں۔

دفتر میں آپ کی درخواست موصول ہونے کے بعد تمام کاروائی مکمل کر کے ایک ہفتہ کے اندر اندر آپ کا سرٹیفکیٹ عدالت کو بھجوا دیا جائے گا۔ اس لیے دفتر میں بغیر وقت طے کیے تشریف لا کر یا ٹیلی فون کر کے اپنا اور ہمارا قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچائیں۔ تمام کاروائی کر کے ہم خود آپ کو تحریری اطلاع بھجوا دیں گے۔ تاخیر سے درخواست دینے کی صُورت میں نقصان کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔

محمد عاقل خان ——— ایڈیشنل سیکرٹری امورِ عامہ جرمنی

جماعت احمدیہ جرمنی کے سنٹر مِٹل ویگ میں لنگر خانہ کے لئے دو ایسے افراد کی ضرورت ہے جو کھانا پکانے میں دلچسپی اور مہارت رکھتے ہوں۔ ایسے تمام احباب اپنی درخواست مکرم نائب امیر صاحب جرمنی کے نام مِٹل ویگ کے ایڈریس پر ارسال کر دیں۔ دوران انٹرویو مراعات کے بارہ میں طے کیا جائے گا۔ یہ درخواستیں ۲۰ جولائی ۹۳ء تک MITTELWEG پہنچ جانی چاہئیں۔

ناصر احمد ——— نیشنل سیکرٹری ضیافت

بقیہ بوسنین سیل کی مساعی

ڈیڑھ گھنٹہ تک ملاقات کی۔ اس موقعہ پر ان کی راہنمائی اور علم کی خاطر اور حضور اقدس کی شخصیت اور جماعت احمدیہ جرمنی کے بارہ میں تفصیلات مہیا کرنے کی خاطر MURDER IN THE NAME OF ALLAH اور A MAN OF GOD، اور خدام الاحمدیہ جرمنی کی طرف سے شائع شدہ سوونیر ۹۳ء کی کاپیاں دی گئیں۔ دوران ملاقات مذکورہ صحافی نے وعدہ کیا کہ وہ بوزنین احباب کے کوائف اکٹھے کرنے، تلاش گمشدہ کے سلسلہ میں اور حضور اقدس کے ارشادات کی روشنی میں بوزنین مسلمانوں کی تنظیم اجاگر کرنے کی خاطر جماعت جرمنی کے ساتھ بھر پور تعاون کرے گا

بوزنین مسلمانوں کی امداد کے سلسلہ میں جماعت کی ذیلی تنظیموں کی طرف سے بھی بہت زیادہ کوششیں کی گئی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ جرمنی نے اپنے حالیہ مینا بازار سے حاصل شدہ تمام منافع (قریباً ۵ ہزار مارک) بوزنین مسلمانوں کی خاطر بطور عطیہ دیا ہے۔ صدر لجنہ کے ساتھ ساتھ ان کی درج ذیل رفقائے کار نے بوزنین مقاصد کے لیے نمایاں کام کیا ہے۔ محترمہ مریم ناز صاحبہ، محترمہ روبلینہ صاحبہ اور محترمہ بشریٰ احمد صاحبہ

لجنہ اماء اللہ جرمنی (میونخ زبجن) کی درج ذیل خواتین نے اپنے زیورات بوزنین فنڈ میں بطور عطیہ پیش کئے ہیں۔ محترمہ بشریٰ بیگم صاحبہ، محترمہ آنسہ فاروق صاحبہ، محترمہ خالدہ نصیر صاحبہ، محترمہ شاہدہ احمد صاحبہ، محترمہ نذیراں بی بی صاحبہ اور محترمہ نصرت جہاں آرا صاحبہ۔

بوزنین مسلمانوں کی امداد، بوزنین احباب سے رابطہ، ان کے کوائف کے حصول، اجتماعات کا انعقاد اور انسانی فلاح و بہبود کے کاموں میں جرمنی کی اکثر مجالس خدام الاحمدیہ بھی شب و روز مصروف عمل ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو بارآور فرمائے۔

بقیہ چند ایمان افروز واقعات

ہمیں بھی تو پتہ چلے" اس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے پاک مسیح علیہ السلام کے ذریعہ نہ صرف ان کے دلوں سے نفرت دور کی بلکہ عزیزہ کو ایک عزت کی جگہ عطا فرمائی۔ پھر ایسا تھا کہ جب بھی کسی کی آپس میں کوئی ناراضگی ہوتی تو وہ سب ہی اپنا معاملہ رقیب کے پاس لے کر آتیں اور اس سے شکایت کرتیں اور یہ صلح کرواتی۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے اور بہت سے واقعات ہیں جو حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کی سچائی کے روشن ثبوت دیتے ہیں اور ایمان کو بڑھاتے ہیں۔

اعلان معافی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت مکرم ملک مبشر احمد صاحب ابن مکرم ملک عنایت اللہ صاحب کھوکھر غربی ضلع گجرات حال مقیم 5530 GEROLSTEIN جرمنی اور مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ بیوہ چوہدری منور احمد صاحب مرحوم ربوہ حال مقیم 2000 HAMBURG-63 جرمنی کی سزائے اخراج از نظامِ جماعت معاف فرمادی ہے۔

محمد داؤد ——— نیشنل سیکرٹری امور عامہ جرمنی

ضروری اعلان

آئندہ سے مختلف رسائل / اخبارات کے سالانہ چندہ درج ذیل ہوں گے۔

روزنامہ "الفضل" (اردو) = 150,- مارک۔

ہفت روزہ "بدر" (اردو) = 60,- مارک۔

ماہانہ "اخبار احمدیہ" (اردو) = 50,- مارک (بمعہ ڈاک خرچہ) پاکستان کے لئے 65,- مارک۔

جرمن رسالہ DER ISLAM 30,- مارک سالانہ طالبعلموں کے صرف ڈاک خرچ 12,- مارک۔

AHMADIYYA GASSETT = سالانہ ڈاک خرچ 20,- مارک۔

ماہانہ عربی رسالہ "التقویٰ" = 60,- مارک سالانہ

ماہانہ انگلش رسالہ REVIEU OF RELIGION 40,- مارک سالانہ

یہ تمام رسائل تربیتی / علمی معیار کو بڑھانے کے لئے بے حد مفید ہیں۔ افرادِ جماعت کی خدمت میں گزارش ہے کہ نہ صرف خود اس خریدار بنیں بلکہ دوسرے زیرِ تبلیغ کو بھی اس تحریک میں شامل کریں۔

اجتماع خدام الاحمدیہ ۹۳ء کے موقع پر اکثر جماعتوں نے اخبار احمدیہ حاصل کیا تھا۔ اِس بات کا امکان ہے کہ غلطی سے بعض جماعتوں کو دوبارہ اخبار ارسال کردی گئی ہو۔ براہ کرم اگر آپ کو دوبارہ اخبار موصول ہوا ہو تو شعبہ اشاعت واپس بھجوا کر ممنون فرمائیں۔

فلاح الدین خان ——— نیشنل سیکرٹری اشاعت

Giessen اور ارد گرد کے شہروں میں مقیم ایشین خواتین و حضرات کے لئے **خوشخبری**

ہم آپ کے لئے بہترین قسم کی اشیاءِ خورد و نوش

مصالحہ جات | آٹا | چاول | دالیں | اچار | چٹنیاں | جوس

تازہ سبزیاں | پاکستانی مٹھائیاں

پیش کرتے ہیں اس کے علاوہ ہر قسم کی انڈین، پاکستانی ویڈیو، آڈیو کیسٹس، لیڈیز گارمنٹس اور جیولری بارعایت خرید فرمائیں اور ہمارے ہاں سے ہر قسم کے اردو ڈائجسٹ اور رسالہ جات بھی خرید سکتے ہیں۔

آپ کی اپنی دکان، تشریف لا کر خدمت کا موقع دیں

ZAHRA ASIEN SHOP
Ludwigstrasse 41, 35390 Giessen
Telefon (06 41) 77 790, Fax (06 41) 71 137

اسیرانِ راہِ مولیٰ کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی جلد رہائی کے سامان پیدا فرمائے ——— آمین

درخواستِ دُعا

مکرم ملک محمد مسیح الدین صاحب شاہد نائب مدیر اخبار احمدیہ جرمنی گذشتہ تین ہفتوں سے علالت کے باعث ہسپتال میں داخل ہیں۔ حال ہی میں ان کا آپریشن بھی ہوا ہے جو خدا کے فضل سے کامیاب رہا ہے۔
احباب جماعت سے ان کی جلد اور کامل شفایابی کے لئے دُعا کی درخواست ہے

_______ (ادارہ)

خاکسار کے دوست مکرم منیر احمد صاحب کی والدہ محترمہ امتہ الحیٰ صاحبہ کافی عرصہ سے بیمار چلی آرہی ہیں۔ مورخہ ۷ جولائی کو اُن کا آپریشن متوقع ہے۔

نصر اللہ ناصر _______ ہیر بورن

میرے والد محترم چوہدری محمد شریف صاحب پاکستان میں بیمار ہیں۔ اور فیصل آباد ہسپتال میں داخل ہیں۔

ادریس احمد اختر _______ ہمبرگ

احباب جماعت سے ان سب کی جلد اور کامل شفایابی کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

اعلان نکاح

مکرم و محترم عبدالشکور اسلم خان صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ جرمنی کی بیٹی عزیزہ روبینہ خان کا نکاح عزیزم مبشر احمد صاحب ابن مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب آف ربوہ کے ہمراہ مبلغ پندرہ ہزار جرمن مارک حق مہر پر مکرم و محترم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم مشنری انچارج جرمنی نے مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۹۳ء کو ناصر باغ گردس گیراؤ میں پڑھایا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی ازراہِ شفقت اس تقریب میں شمولیت فرما کر برکت بخشی۔

احباب جماعت سے اس رشتہ کے ہر جہت سے بابرکت اور مثمر بثمراتِ حسنہ ہونے کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

منظور احمد خان _______ جرمنی

برادرم حافظ مبارک احمد صاحب ناصر آف WETZRER ابن مکرم حمید اللہ صاحب ظفر معلم وقفِ جدید کے نکاح کا اعلان ہمراہ مکرمہ یاسمین زوبی بنت مکرم محمد ابراہیم صاحب مرحوم بعوض ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے حق مہر پر مورخہ ۲۷ جون ۱۹۹۳ء کو مکرم مولانا سلطان محمد صاحب انور نے مسجد مبارک ربوہ میں فرمایا۔

احباب جماعت سے اس رشتہ کے بابرکت اور مثمر بثمرات حسنہ ہونے کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

ملک آفتاب کھوکھر _______ فرینکفرٹ

مکرم عدنان محمود صاحب ابن محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور کا نکاح ہمراہ مکرمہ بشریٰ احمد صاحبہ بنت چوہدری عبدالرحیم صاحب بعوض بارہ ہزار جرمن مارک محترم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم نے پڑھایا۔ حضور انور بھی اس موقعہ پر تشریف فرما تھے۔

ولادت

میری نند عزیزہ لبنیٰ خالد منیر کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۹۳ء کو پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے۔ حضور پُرنور نے ازراہِ شفقت بچے کا نام عادل احمد منیر تجویز فرمایا ہے۔

عقیلہ ادریس _______ ہمبرگ

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۹۳ء کو بیٹے سے نوازا ہے۔ بچے کا نام نوید الزماں تجویز کیا گیا ہے۔ نومولود مکرم ملک سردار خان صاحب آف کھوکھر غربی گجرات کا پوتا اور مکرم مرزا خان صاحب آف منڈی بہاؤالدین کا نواسہ ہے۔

ملک بدر الزماں _______ جرمنی

خاکسار کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے مؤرخہ ۲۶ جون ۹۳ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت بچّہ کا نام "ذیشان محمود منہاس" تجویز فرمایا ہے۔ نومولود تحریک وقفِ نو میں شامل ہے۔ احباب جماعت سے نومولود کے نیک اور خادمِ دین ہونے کے لئے درخواستِ دعا ہے۔

انس محمود منہاس _______ بادناؤ ہائم

تقریب آمین

میرے بیٹے عزیزم مسعود نے خدا تعالےٰ کے فضل سے ساڑھے چار سال کی عمر میں قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔

ملک طاہر احمد _______ من ھائم

میری بیٹی عزیزہ عمرانہ صباحت نے ۴ سال نو ماہ کی عمر میں قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔

رفیق احمد ریحان _______ ڈی برگ

دُعائے مغفرت

خاکسارہ کی بہن عائشہ بیگم زوجہ شیخ امجد علی بعمر ۷۵ سال نیو کراچی پاکستان میں مورخہ ۲ جولائی ۱۹۹۳ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجِعُون احباب جماعت دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ آمین۔

صفیہ بیگم _______ PFUNGSTADT

خاکسار کے ایک عزیز دوست کے والد مکرم چوہدری غلام حیدر صاحب کسانہ ساکن کھاریاں ضلع گجرات پاکستان میں مورخہ ۳۱ مئی بروز سوموار کو دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔ تمام احباب سے مرحوم کی بلندیٔ درجات کے لیے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

اشفاق احمد چوہدری _______ برگش گلیڈباخ

احمدی بھائیوں کی اپنی قابلِ اعتماد ٹریول ایجنسی

INDO-ASIA REISEDIENST

دُنیا کے گرد پھیلے ہوئے پانچ برّاعظموں میں کسی بھی ملک میں سفر کرنے کیلئے مناسب داموں پر ہوائی جہاز کے ٹکٹ حاصل کریں اور

اسی طرح پاکستان کے مختلف شہروں کے بارعایت ٹکٹ کے حصول کیلئے ہماری خدمات سے ضرور فائدہ اٹھائیں

فرینکفرٹ، کراچی/دہلی، فرینکفرٹ —— DM 949,--

فرینکفرٹ، لاہور، فرینکفرٹ —— ab DM 1220,--

فرینکفرٹ، اسلام آباد، فرینکفرٹ —— DM 1250,--

فرینکفرٹ، فیصل آباد، فرینکفرٹ —— DM 1.199,--

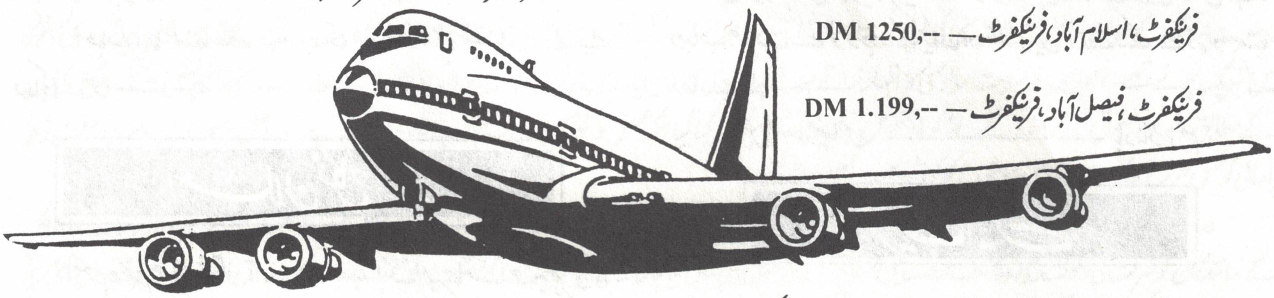

امریکہ اور کینیڈا کیلئے —— Last Minute Price

فرینکفرٹ، ٹورنٹو، فرینکفرٹ —— DM 540,--

فرینکفرٹ، نیویارک، فرینکفرٹ —— DM 570,--

عمرہ یا حج کی ادائیگی ہر مسلمان کی دلی آرزو ہے۔ پاکستان جاتے ہوئے اس اہم ترین سفر کے لئے ہم سے رابطہ کیجئے اور اپنی نشست محفوظ کرا لیجئے۔ یقیناً آپ جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے خواہشمند بھی ہیں، خوشگوار سفر کی تکمیل کے لئے خصوصی رعایت کے ساتھ اپنی نشست محفوظ کرا لیجئے بکنگ جاری ہے۔ اس کے علاوہ جلسہ سالانہ انگلستان کے لئے بھی ہم آپکی خدمت میں پیش پیش ہیں ❀

فرینکفرٹ، لندن، فرینکفرٹ ۲۷ اور ۲۸ جولائی DM 230,-- ڈیلی فلائٹ ab DM 280,--

آپ جرمنی کے کسی بھی ایئرپورٹ سے براستہ فرینکفرٹ ڈائریکٹ لاہور اور اسلام آباد فضائی سفر کر سکتے ہیں

آپ کی خدمت کے منتظر

منیر احمد چوہدری (ایئرپورٹ سوشیال ڈینسٹ) عبدالسمیع (وینٹے وکیل والے)

INDO-ASIA REISEDIENST
Am Hauptbahnhof 8, 60599 Frankfurt
Tel. (0 69) 23 61 81 Fax (0 69) 23 07 94

بسم الله الرحمن الرحيم

إنّ الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر

GEBETSPLAN

AUGUST 1993

(Dieser Zeitplan ist nur für das Rhein/Main Gebiet gültig/This Timetable is only valid for Rhein/Main area)

TAG DAY	DATUM DATE	FAJR	S.AUFGANG SUNRISE	SOHAR	AßR	MAGHRIB	ISCHA
SO	01-Aug	4:33	5:53	13:30	17:30	21:14	22:29
MO	**02-Aug**	**4:35**	**5:55**	**13:30**	**17:30**	**21:12**	**22:27**
DI	03-Aug	4:36	5:56	13:30	17:30	21:11	22:26
MI	**04-Aug**	**4:37**	**5:57**	**13:30**	**17:30**	**21:09**	**22:24**
DO	05-Aug	4:39	5:59	13:30	17:30	21:08	22:23
FR	**06-Aug**	**4:40**	**6:00**	**13:30**	**17:30**	**21:06**	**22:21**
SA	07-Aug	4:42	6:02	13:30	17:30	21:04	22:19
SO	**08-Aug**	**4:43**	**6:03**	**13:30**	**17:30**	**21:03**	**22:18**
MO	09-Aug	4:45	6:05	13:30	17:30	21:01	22:16
DI	**10-Aug**	**4:46**	**6:06**	**13:30**	**17:30**	**20:59**	**22:14**
MI	11-Aug	4:48	6:08	13:30	17:30	20:57	22:12
DO	**12-Aug**	**4:49**	**6:09**	**13:30**	**17:30**	**20:56**	**22:11**
FR	13-Aug	4:51	6:11	13:30	17:30	20:54	22:09
SA	**14-Aug**	**4:52**	**6:12**	**13:30**	**17:30**	**20:52**	**22:07**
SO	15-Aug	4:54	6:14	13:30	17:30	20:50	22:05
MO	**16-Aug**	**4:55**	**6:15**	**13:30**	**17:30**	**20:48**	**22:03**
DI	17-Aug	4:57	6:17	13:30	17:30	20:46	22:01
MI	**18-Aug**	**4:58**	**6:18**	**13:30**	**17:30**	**20:44**	**21:59**
DO	19-Aug	5:00	6:20	13:30	17:30	20:42	21:57
FR	**20-Aug**	**5:01**	**6:21**	**13:30**	**17:30**	**20:40**	**21:55**
SA	21-Aug	5:03	6:23	13:30	17:30	20:38	21:53
SO	**22-Aug**	**5:04**	**6:24**	**13:30**	**17:30**	**20:36**	**21:51**
MO	23-Aug	5:06	6:26	13:30	17:30	20:34	21:49
DI	**24-Aug**	**5:07**	**6:27**	**13:30**	**17:30**	**20:32**	**21:47**
MI	25-Aug	5:09	6:29	13:30	17:30	20:30	21:45
DO	**26-Aug**	**5:10**	**6:30**	**13:30**	**17:30**	**20:28**	**21:43**
FR	27-Aug	5:12	6:32	13:30	17:30	20:26	21:41
SA	**28-Aug**	**5:13**	**6:33**	**13:30**	**17:30**	**20:24**	**21:39**
SO	29-Aug	5:15	6:35	13:30	17:30	20:22	21:37
MO	**30-Aug**	**5:16**	**6:36**	**13:30**	**17:30**	**20:20**	**21:35**
DI	31-Aug	5:18	6:38	13:30	17:30	20:18	21:33

Zeitunterschiede Time differences	Sonnenaufg. Sunrise	Sonnenunterg. Sunset	Zeitunterschiede Time differences	Sonnenaufg. Sunrise	Sonnenunterg. Sunset
Aachen:	**+9**	**+13**	**Hannover:**	**-11**	**+3**
Berlin:	-26	-13	Köln:	+4	+10
Bremen:	**-10**	**+9**	**Leipzig:**	**-19**	**-13**
Dessau:	-20	-10	Magdeburg:	-18	-8
Dortmund:	**+1**	**+10**	**Mannheim:**	**+3**	**-1**
Erfurt:	-12	-8	München:	-7	-17
Hamburg:	**-15**	**+5**	**Stuttgart:**	**+3**	**-6**

تم اپنے خدا سے ڈرو اور پاک دل ہو جاؤ (فرمان حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے چودھویں سالانہ اجتماع کے چند تصاویری مناظر

Herausgeber (Publisher): Falah-ud-Din Khan · Hanauer Landstr. 50 · 6000 Frankfurt am Main 1
Tel./Fax: (069) 4990658 · Telegr.-Adr.: »Islam« Frankfurt/M.